یہ رسالہ ہر ماہ کی ۵ تاریخ قادیان سے شائع ہوتا ہے

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالہ

تشحیذ الاذہان

[illegible]

[illegible]

مرتبۂ

قاضی محمد ظہور الدین اکمل

جلد ۱۵ | بابت ماہ دسمبر ۱۹۲۰ء مطابق ماہ ربیع الاول ۱۳۳۹ ہجری | نمبر ۱۲

فہرست مضامین

باہتمام شیخ عبد الرحمٰن قادیانی پرنٹر مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا اور چودھری عبد السلام پبلشر نے شائع کیا

قیمت سالانہ عوام سے عہ | غیر ممالک سے ؏ طلبہ سے ؏

تشحیذ کی جلد ۱۵ کا اختتام

الحمد للہ علی احسانہ کہ محض اُسکے فضل و کرم سے تشحیذ کی جلد ۱۵ ختم ہوئی - رسالہ کا حجم چالیس صفحہ مقرر ہے مگر اس سال کئی نمبر مقررہ حجم سے زیادہ دیے گئے ہیں۔ حتی الوسع کاغذ بھی اچھا لگایا گیا ہے اور مضامین ایسے جو مستقل تصنیف کا حکم رکھیں اور مناظرات و وسعت معلومات میں کام آئیں ہر ایک رسالہ ٹھیک ۵ تاریخ کو ڈاکخانہ سے روانہ کر دیا گیا۔ یہانتک تو ہمارا کام تھا اب اسکی توسیع اشاعت یہ ہمارے احباب کرام کا فرض تھا - اور ہے - اس سال کا خرچ آمد سے قریباً دو سو روپیہ کم ہے اس کمی کو پورا کرنے کے لیے احباب جماعت احمدیہ خریدار مہیا کریں ورنہ کس طرح رسالہ چل سکتا ہے جلسہ پر آنے والے دوست ابھی سے تیاری شروع کر دیں اور اپنے ساتھ نہ صرف اپنے ذمہ کا بقایا اور ۲۱ء کی پیشگی قیمت لاویں۔ بلکہ ایک ایک خریدار بھی دیں جب تک ۴۰۰ خریدار نہ بڑھینگے رسالہ سلف سپورٹ نہیں ہو سکتا۔ اور اپنا خرچ آپ نہیں نکال سکے گا + کیا میں امید رکھوں کہ دوست تشحیذ کی امداد کا خصوصیت سے خیال رکھیں گے اور جلسہ تک یہ نقصان پورا کر دیں گے جو خریداروں کی کمی کی وجہ سے تشحیذ کو اٹھانا پڑا ہے +

التشریح الصحیح لحدیث نزول المسیح

یہ رسالہ جس میں حدیث نزول ابن مریم کی پوری پوری تشریح ہے اور تمام معتبر کتب سابقہ سے ایسے حوالے جمع کر دیئے گئے ہیں جو کار آمد ہیں ۶۴ صفحہ پر ختم ہوا ہے کاغذ نہایت عمدہ لگایا گیا ہے اور لکھوائی و چھپوائی بڑی احتیاط سے ہوئی ہے اس کی قیمت ۸/ مقرر کی مگر اب ۱۵ر جنوری تک یہ رسالہ صرف ۴/ میں دیا جائے گا - احمدیت کے متعلق تمام مسائل کا حل اس میں ملے گا - اور مسئلہ نزول مسیح خوب صاف کر دیا گیا ہے نہ صرف اپنی وسعت معلومات کے لیے بلکہ دوسروں میں تبلیغ کے لیے یہ رسالہ نہایت مفید ہے احباب جلد منگوالیں +

منیجر تشحیذ قادیان سے ملے گا۔

کرم بخش

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ دسمبر سنہ ۱۹۳۰ء

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ

بنی نوع انسان کے لئے کامل ہدایت کی ضرورت

انگریزی میں لفظ ایجوکیشن (تعلیم) عجیب و غریب معنے اپنے اندر رکھتا ہے اسکے حقیقی اور لغوی معنے ہیں bring out یعنی دل سے کچھ باہر نکالنا اور اسمیں ایک عجیب راز پنہاں ہے وہ یہ کہ تمام انسانوں کی فطرتیں ایک ہی اصل پر واقعہ ہوئی ہیں۔ بنی نوع انسان کی نیچر ایک ہی صانع حقیقی کے دست صنعت کی بنائی ہوئی ہے۔ فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا ایک متحقق اور مسلم امر ہے۔ جب ہم کوئی کتاب پڑھتے ہیں تو ہمیں بعض عبارتیں ایسی ہوتی ہیں جن پر ہم نعم ما قیل کہہ اٹھتے ہیں کہ مصنف کتاب نے کیا ہی اچھا لکھا ہے گویا وہ خیالات مندرجہ کتاب ہمارے دل یعنی نیچر کو اپیل کرتے ہیں اور اسپر ہمارے خوش ہونیکی اصل وجہ یہ ہے کہ وہ خیالات ہماری نیچر کے عین مطابق ہوتے ہیں یا دوسرے لفظوں میں وہ خیالات ہمارے دل میں بھی پہلے ہی سے موجود ہوتے ہیں جو دل کے کسی گوشہ میں پوشیدہ تھے اور ہمکو انکا علم نہ تھا مگر کتاب پڑھنے کے بعد وہ بیدار ہو جاتے ہیں اور ہمکو انکی خبر ہو جاتی ہے اسکے بعد ہم اس بات پر قادر ہو جاتے ہیں کہ انکو باہر نکال سکیں یعنی لفظوں میں ظاہر کر سکیں۔ عربی لفظ "تعلیم" انگریزی لفظ ایجوکیشن کے ہم معنی معلوم ہوتا ہے کیونکہ اسکے معنے

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ دسمبر سنہ ۱۹۲۰ء

إنا نحن نزلنا الذكر وإنا له لحافظون

بنی نوع انسان کے لئے کامل ہدایت کی ضرورت

انگریزی میں لفظ ایجوکیشن (تعلیم) عجیب معنے اپنے اندر رکھتا ہے اسکے حقیقی اور لغوی معنے ہیں to bring out یعنی دل سے کچھ باہر نکالنا اور یہ ایک عجیب راز نہاں ہے وہ یہ کہ تمام انسانوں کی فطرتیں ایک ہی اصل پر واقعہ ہوئی ہیں۔ بنی نوع انسان کی نیچر ایک ہی صانع حقیقی کے دست صنعت کی بنائی ہوئی ہے۔ فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا ایک متفق اور مسلّم امر ہے۔ جب ہم کوئی کتاب پڑھتے ہیں تو ہمیں بعض عبارتیں ایسی ہوتی ہیں جنپر ہم نعم ما قیل کہہ اٹھتے ہیں کہ مصنف کتاب نے کیا ہی اچھا لکھا ہے گویا وہ خیالات مندرجہ کتاب ہمارے دل یعنی نیچر کو اپیل کرتے ہیں اور اسپر ہمارے خوش ہونیکی اصل وجہ یہ ہے کہ وہ خیالات ہماری نیچر کے عین مطابق ہوتے ہیں یا دوسرے لفظوں میں وہ خیالات ہمارے دل میں بھی پہلے ہی سے موجود ہوتے ہیں جو دل کے کسی گوشہ میں پوشیدہ تھے اور ہمکو انکا علم نہ تھا مگر کتاب پڑھنے کے بعد وہ بیدار ہو جاتے ہیں اور ہمکو ان کی خبر ہو جاتی ہے اسکے بعد ہم اس بات پر قادر ہو جاتے ہیں کہ انکو باہر نکال سکیں یعنی لفظوں میں ظاہر کر سکیں۔ عربی لفظ "لفظ" انگریزی لفظ ایجوکیشن کے ہم معنی معلوم ہوتا ہے کیونکہ اسکے معنے

بھی "بار" چپکے کے ہیں۔ آجکل کے متعلمین کا وہ گروہ جو ایجوکیشن کا صرف یہی مطلب سمجھتا ہے کہ چند کتابیں کسی مضمون کی رٹ کر اپنے دل میں جمع کر لیجائیں وہ تعلیم کے مفہوم اصلی و غرض حقیقی سے ناآشنا محض ہے کیونکہ ایجوکیشن تو اندر سے باہر نکالنے کا نام ہے نہ کہ باہر سے کچھ اندر داخل کرنا۔

الغرض کسیکی تحریر سے خوش ہونا یا کسیکی تقریر سے محظوظ ہونا یا کسیکی گفتگو کو پسند کرنا وغیرہ وغیرہ تمام اس واقعہ کی تصدیق پر دال ہیں کہ تمام انسانوں کی فطرت یا نیچر یا دل ایک ہی اصل پر ہے اور جو کچھ کسی ایک دل میں موجود ہے وہ دوسرے میں بھی موجود ہے عام اس سے کہ کوئی اس پر آگاہ ہو یا نہ ہو یا کوئی اپنے مافی الضمیر کے اظہار پر قدرت رکھے یا نہ رکھے کیونکہ کسی تحریر یا تقریر یا گفتگو پر نعم یا قیل کہہ اُٹھنا یا اُسکو پسند کرنا گویا دل سے تصدیق کرنا ہوتا ہے اور دل اُسی کی تصدیق کرتا ہے جو اس کا عزیز ہو یعنی جو اُس کا اپنا ہو اُس کے نفس کے اندر موجود ہو۔

عربی زبان کا لفظ تعلیم یا علم اس سے بھی کہیں بڑھ کر پر حکمت معانی اپنے اندر رکھتا ہے اسکے معنے ہیں جاننا۔ بعض اس سے مراد لیتے ہیں اپنے آپکو جاننا یعنی اپنے دل یا نیچر کی حقیقت کو معلوم کرنا اور بعض کے نزدیک علم کے معنے ہیں خدا کو جاننا۔ میرے خیال میں یہ دونو معنے ایکدوسرے کے مخالف نہیں دونو کا مقصد یا مدعا ایک ہی ہے اور اسبات کو عربی زبان کا ایک اور محاورہ واضح کر دیتا ہے اور وہ یہ ہے کہ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ جو اپنے نفس کو معلوم کرلے وہ اپنے رب کو معلوم کرلے گا۔ یہ ایک دقیق نکتۂ معرفت ہے جسکو اہل بصیرت نے معلوم کیا ہے اور اس راز سربستہ کو محققین اور ماہرین علم القلوب نے کھولا ہے جب انھوں نے گردن جھکا کر اپنے دلوں کو دیکھا تو ایک عجیب عالم نظر آیا۔ اور وہ جنکی خوردبین بصیرۃ کے شیشے اور بھی صفا Magnifying (چھوٹی اشیاء کو بڑا دکھانیوالے) ہیں انھوں نے تو اس جز میں کل کا تماشا دیکھا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا شعر اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے ؎ وتزعم انك جرم صغير وفيك انطوى العالم الاكبر انسان کل مخلوقات کا خلاصہ ہے اسمیں وہ تمام قوی و خواص و استعدادات پائی جاتی ہیں جو کل کائنات کے مختلف درجوں اور حالتوں میں علیحدہ علیحدہ موجود ہیں۔ یہ انسانی جسم یا یہ چلتا پھرتا انسان تمام دنیا کا عطر اور روح ہے اس عالم صغیر میں سارا عالم کبیر مقید ہے۔ انسانی جسم ایک ایسا محل یا ایک ایسا شہر ہے جسمیں ہزاروں نہیں لاکھوں کمرے

اور کوٹھڑیاں ہیں۔ انسانی ہستی اور پیدایش کا علم سائنس اُسکی ابتدائی حالت سے شروع ہوتا ہے جبکہ
یہ قصر عنصری صرف ایک ہی خانہ تھا اور اب موجودہ سائنس جو انسانی پیدایش اور اُسکی ترقی کے
متعلق ہے اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ عالم نباتات معمولی کائی جڑی بوٹی سے لیکر چیل اور دیودار کے درخت
تک اور عالم حیوانات آبی جانور گھونگا اور دیگر چھوٹی چھوٹی مچھلیوں سے لیکر شارک اور ویل مچھلی تک
اور درندو میں شل چیتہ وغیرہ سے لیکر بندر تک اور اخیر میں انسان ان تمام کی ابتدائی حالت اور
پیدایش کی اصل میں ایک زبردست مشابہت پائی جاتی ہے۔ انسانی پیدایش کی مدت پیٹ
کے اندر بظاہر تو نو ماہ سے زیادہ نہیں مگر اہل علم کو انہی چند ہفتوں میں بیشمار صدیوں اور عمروں کی محنت
اور ترقی نظر آتی ہے وہ ان چند ہفتوں میں دنیا کی ساری تاریخ جب سے اسمیں زندگی شروع ہوئی ہے
پڑھ لیتے ہیں۔ انسانی بناوٹ بطن مادر میں انسانی شکل سے شروع نہیں ہوتی بلکہ یہ حیوانی حالت سے
جنین کی مختلف حالتوں پر غور اور اسمیں تحقیق کرنے والوں نے تو دنیا کو یہ کہہ کر حیران کر دیا ہے کہ
دنیا کے ایک ایک ذرّہ میں زندگی ہے۔ یہ زندگی موجودہ مختلف جانداروں کی جنین میں مشاہدہ ہو سکتی
ہے تو گویا انسانی جسم خاکی کی پیدایش کی ابتدا صرف اس سے معاً چھوٹے درجہ کے حیوان کی حالت
جنین سے ہی مشابہ نہیں بلکہ انسانی جنین کی تدریجی حالتوں میں ایک بدیہی و عملی اور مادی تاریخ ساری
جاندار دنیا کی مطالعہ ہو سکتی ہے۔ انسانی جنین کی مختلف حالتیں دنیا کی تاریخ طبعی کے ہر ایک جدا گانہ
باب اور فصلوں کا خلاصہ اور اختصار ہیں۔ صحیفۂ قدرت کے مختلف اجسام کی نشو و نما کے عملیات
جو ہزار ہا سال میں تکمیل کو پہنچے تھے یہاں وہ اجمالاً اختصاراً اور خلاصتہً ہفتوں میں مکمل ہوتے ہیں۔
یوں سمجھو کہ انسانی جنین ایک تھیٹر ہے جسمیں ہزار ہا ایکٹر اپنے گونا گوں اور عجیب و غریب کیرکٹر
ظاہر کرتے ہیں مگر ہر ایک ایکٹر جب سٹیج پر واپس جاتا ہے تو اپنی کیرکٹر کی ایک تدریجی امدوج روال
یادگار یا اپنا سارا لب لباب یا عطر عطیر منجمد حالت میں پیچھے چھوڑ جاتا ہے اور یہ وہ چیز ہوتی ہے جو اسکی نسل کی
اپنی گزشتہ تمام زندگی کی ترقی میں کمائی کی تھی مثل ہڈی انتڑی رگ یا دانت وغیرہ جو کہ اُس نے اپنی نسل سے ورثہ میں لی
تھی سب جمع ہونیکے بعد بھی بچہ کا صرف نقشہ بنا ہوتا ہے جس میں کچھ لکیریں سی دکھائی دیتی ہیں ابھی وہ مٹی کا
ایک ڈھیلا سا ہی ہوتا ہے مگر کوئی چھپا ہوا کمھار اُس مٹی کو شکل اور رنگ دیتا رہتا ہے اور اس خفیہ خالق
باری اور مصور کی اس جادو گری کو کوئی دریافت نہیں کر سکتا +

تمام انبیاء شروع سے یہ کہتے چلے آئے ہیں کہ خدا نے انسان کو اپنے ہاتھ سے بنایا ہے اُسی نے مختلف قسم کی مٹی کو اکٹھا کیا اُسکو درست کیا اور اسمیں نفخ روح کی اور زندگی بخشی ہے گویا مُردہ مٹی میں جان ڈالتا ہے اسی طرح شعراء نے بھی جنکی بصارۃ کے ساتھ چشم بصیرت بھی کھلی ہے صحیفہ قدرۃ کو دیکھ کر یہی کہا کہ اسمیں جسم کم ہے روح زیادہ ہے انکی نظر تعمق سطح پر ہی نہیں رہی بلکہ اُسکے پیچھے انھوں نے ایک مخفی ہاتھ کو دیکھا اور اُسکی پوشیدہ طاقت کا احساس کیا جو کہ اس ظاہری کل کی روح رواں ہے اور اب سائنس علم الابدان نے بھی اگر اسی کی تصدیق کی بلکہ اس نے اس ساری قدرۃ کی صوری حالت کا مشاہدہ کر کے اسکو معنوی جلا دی اور جو کچھ کسی نبی نے کہا اور شاعر نے دیکھا اور سائنس نے ثابت کیا سب ایکدوسرے کے مصدق نکلے اور ہمیشہ مصدق رہینگے کیونکہ الہام الٰہی اور عقل سلیم اور علم صحیح کبھی ایکدوسرے کے مخالف بیان نہیں ہو سکتے۔

خلاصہ اس مضمون کا یہ ہے کہ اس مادی دنیا میں انسان سے بڑھکر کوئی برتر اور اعلیٰ مخلوق نہیں۔ شروع دنیا سے خالق حقیقی نے جو اس دار الاسباب دنیا میں خالقیت کے سامان مہیا کئے تو اس سارے تردد کا مقصد اعلیٰ انسان کی پیدائش تھا کل کائنات کا مرکز یہ دنیا ہے اور اس دنیا کا مرکز حضرت انسان ہے۔ حیوانی ارتقاء کے درخت کی یہ چوٹی اور آخری پھل ہے بلکہ درخت کی مثال سے بڑھ کر اس حیوانی ارتقاء کو ایک ایسے مندر کے ساتھ تشبیہ دے سکتے ہیں جسکے بہت سے مینار ہوں مگر جب سب تیار ہو چکے تو کسیکو اوپر نہیں چڑھا سکتے اور ان سب کا درمیانی اور مرکزی مینار انسان کا ہے جو بلند ترین ہے، اس سب سے اونچے انسانی مینار پر کھڑے ہو کر ہم سب مندر و دنیا کا نظارہ کر سکتے ہیں اور دیکھ کر اسی نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ دوسرے حیوانی مینار اسی کے سہارہ کیلیے بنائے گئے ہیں۔ یعنی عالم جمادات عالم نباتات اور عالم حیوانات سب انسان کیخاطر بنائے گئے ہیں مگر یہ سب ایک ہی اصل کی شاخیں ہیں۔ انسان اشرف المخلوقات اور کل کائنات کی ایجاد کی غرض اور باعث ہے اسکی نیچری کل دنیا کی نیچر ہے اگر یہ اپنے نیچر کے مطابق اعمال بجالاتا ہے اور باہر کے نیچر کو اپنی حکومت میں کرلیتا ہے تو در اصل یہی عالم صغیر عالم کبیر ہے اور عالم کبیر عالم صغیر کے حکم میں ہوتا ہے۔

خالقیت کی اگر ساری مختلف حالتوں عالم جمادات عالم نباتات اور عالم حیوانات اور انسان انکے اندر تدریجی ترقیات اور خلقی مدارج پر ایک گہری نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ سب ایک ہی سلسلہ کے مختلف

کھنڈے اور حلقے ہیں اور یہ سب ایک ہی تسبیح کے دانے ہیں سب میں ایک ہی طاقت ایک ہی ہاتھ ایک ہی قانون اور ایک ہی انتظام دکھائی دیتا ہے۔ لازماً یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اس موجودات کا خالق اور احکم الحاکمین ایک ہی ہے اور صرف ایک ہی ہے اسی نے اسکو پیدا کیا پھر اسمیں انتظام کیا۔ آرام بخشا۔ اور خوبصورتی عطا کی۔ ھو اللہ الذی لا الٰہ الا ھو الملک القدوس السلام المؤمن المھیمن العزیز الجبار المتکبر سبحان اللہ عما یشرکون۔ ھو اللہ الخالق الباری المصور لہ الاسماء الحسنیٰ ٭

اس لمبی بحث کی ساری غرض یہ ہے کہ اول تو تمام انسانوں کی نیچر و فطرۃ ایک ہے اور دوسرے انسانی نیچر اور باہر کی نیچر یعنی صحیفۂ قدرۃ میں کوئی اختلاف نہیں دونوں میں اشد درجہ کی مشابہت اور مطابقت ہے۔ باہر کی نیچر یعنی سلسلۂ جسمانی یا صحیفۂ قدرۃ میں فرمانبرداری اور قوانین کی پیروی پائی جاتی ہے سب کچھ ایک ہی سلک میں منسلک ہے اور یہ سارا سلسلہ ایک خالق حقیقی پر ختم ہوتا ہے والی ربک المنتھیٰ۔ اور رب کا خالق ہونا ضروری ہے کیونکہ خالق سے بڑھکر کوئی علیم خبیر اور بغیر علم اتم و اکمل کے ربوبیت باحسن الوجوہ نہیں ہو سکتی۔ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہو گیا کیونکہ نفس پر غور کرنے سے خالق کا پتا لگا اور وہی رب بھی ثابت ہوا۔ اب جبکہ دونو نیچروں میں مطابقت ثابت ہو گئی تو معاً نتیجہ نکل سکتا ہے کہ دنیا میں انسان کو زندگی کس طرح بسر کرنی چاہیئے۔ باہر کی نیچر میں ہم فرمانبرداری قوانین کی تابعداری اور بہیئت مجموعی اشد درجہ کی ہمواری یا harmony پاتے ہیں تو معاً یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ ہم بھی اگر اس نیچر کی پیروی کریں اور اسکے مطابق زندگی بسر کریں تو ہمیں بھی ایسا آرام اور سکھ نصیب ہو اور ہمارے تفکرات و غم اور طرح طرح کی تشویش دور ہو۔ اور یہ بالکل سچ ہے اور بڑے بڑے دانا اور عقلاء بھی اسی نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ انسان نیچر کے مطابق زندگی بسر کرے تو سکھ پا سکتا ہے لیکن باہر کی نیچر اور انسانی نیچر یا سلسلہ جسمانی اور سلسلہ روحانی یا صحیفۂ قدرۃ اور قلب انسانی در اصل ایک ہی ہیں۔ اب سوال ہو سکتا ہے کہ جب دونو نیچریں ایک ہیں اور ایک ہی درخت کائنات کی شاخیں ہیں یا ایک ہی سمندر کے بلبلے ہیں تو کیا وجہ کہ باہر کی نیچر میں تو چین صلح آشتی اور آرام و اطمینان پایا جاتا ہے لیکن انسان طرح طرح کے مخمصوں اور بکھیڑوں میں

الجھا رہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ انسان فاعل مختار پیدا کیا گیا ہے یہ صاحب ارادہ ہستی ہے اسکی مختلف حالات مختلف ممالک اور مختلف آب و ہوا میں تربیت ہوتی ہے اور یہ تمام چیزیں اسپر اثر کرتی ہیں اس طرح یہ اپنی ایک عادت پیدا کر لیتا ہے اور یہ عادت راسخ ہو کر سیکنڈ نیچر یعنی طبیعتِ ثانی بنجاتی ہے اسطرح انسان اپنی اصل فطرۃ اور نیچر کو بھول جاتا ہے اور عادت کا پابند ہو جاتا ہے اور اسی طرح حقیقی خوشی و راحت اور آرام کو مفقود کر بیٹھتا ہے۔

عربی زبان میں لفظ اِثْم اس امر پر خوب روشنی ڈالتا ہے اثم یعنی گناہ کی تعریف ہی یہی ہے کہ مَا حَاكَ فِی الصَّدْرِ یعنی جو تیرے سینہ میں کھلبلی یا گرہ پیدا کرے یا جو تیری اصلی فطرۃ اور نیچر کے خلاف ہو۔ اسکی مثال ایسی ہی ہے جیسے کہ ایک ہموار سطح تالاب میں روڑا پھینکا جاوے تو اسمیں تلاطم اور لہریں اٹھتی ہیں اور مدور شکل میں تالاب کے ہر ایک کونہ کی طرف دوڑتی ہیں اور کنارہ کے خلاف ٹکراتی ہیں اور علیٰ قدر مراتب اسمیں سے کچھ مٹی کھرچ ڈالتی ہیں اسطرح نقصان پہنچاتی ہیں۔ دل کی حالت بھی ایسے ہی تالاب کی مانند ہے جسمیں گناہ کا روڑا گرتا ہے اور چین کے کچھ حصہ کو بہا لیجاتا ہے۔ الغرض نیچر کے مطابق زندگی بسر کرنا ہی اصلی مقصود انسان کا ہے اسی میں اسکے لیے آرام و راحت اور تسکین و اطمینان اور بالآخر یعنی حیات بعد الموت میں بہشت و رضوان ہے۔ نیچر کے مطابق زندگی بسر کرنے سے دنیا میں لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ کا سارٹیفکٹ اور آخرۃ میں جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ کا پاس پورٹ ملتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس نیچر کی خلاف ورزی کرنا جو کہ اثم یعنی گناہ ہے اِس جہان میں عذاب الیم اور آگے چلکر النار و الجحیم کے بئس المصیر کا وارث بناتا ہے جسمیں کہ لَا يَمُوْتُ وَلَا يَحْيٰی کی موت سے گزرنا ہوگا۔

اب ایک امر تصفیہ طلب رہ گیا ہے وہ یہ کہ نیچر کے مطابق زندگی بسر کرنے کے کیا معنے ہیں وہ کونسا طریقہ اور راستہ ہے یا بالفاظ دیگر وہ کونسا مذہب و شریعت ہے جسپر چلنا نیچر کے مطابق زندگی بسر کرنا کہلائیگا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں ہزاروں مذاہب طریقے اور روشیں رائج ہیں اور ہر ایک کا یہی دعوی ہے کہ اس خاص مذہب یا طریقہ پر چلکر ابدی سکھ اور نجات ملتی ہے اب نجات کا طالب کس طرف ہو اسکے لیے بڑی مشکل آپڑی ہے کیونکہ دنیا میں تو طرق و فرق کا طوفان بے تمیزی برپا ہے اور طرفہ یہ ہے کہ آپس میں سخت اختلاف۔ جو ایک گروہ اصول اور قواعد

پیش کرتا ہے تو دوسرے کی عادت یا فطرت اس سے تنفر ظاہر کرتی ہے۔ ایک بُت پرستی کے ذریعہ نجات سمجھتا ہے تو دوسرا مخلوق پرستی کو اور تیسرا انسان پرستی کو۔ اور مشکل یہ ہے کہ کہتے تینوں ہیں کہ ہم اپنی نیچر کے مطابق زندگی بسر کرتے ہیں۔ شہر بٹالہ کا ایک واقعہ ہے کہ ایکدفعہ ایک انگلش لیڈی عیسائی مشنری نے سارے شہر میں اشتہارات تقسیم کرکے لوگوں کو اکٹھا کیا تاکہ انکو وعظ سُنائے اور نجات کا راستہ بتائے لیکچر میں اسنے بڑے دلی درد اور رقت کیساتھ رو رو کر ذکر کیا کہ انسان گناہ سے خود بخود بچ نہیں سکتا صرف خداوند یسوع مسیح کے کفارہ پر ایمان لاکر بخشا جاسکتا ہے اور سارا لیکچر اُس نے ایسی بھرے ہوئے دل سے ادا کیا کہ جس سے منتیجہ نکلتا تھا کہ اسکی اصلی فطرت یا نیچر اسکی گواہی دے رہی ہے کہ اس طریقہ نجات کے سوا وہ کوئی اور راستہ پسند کر ہی نہیں سکتی۔ اسیطرح قریباً سب مذاہب والے اپنے اپنے خیالات کیمطابق اپنی اپنی روش کو نیچر صحیحہ کے مطابق گردانتے ہیں مگر ایسا تو ہو نہیں سکتا کہ سب فطرت صحیحہ کے پیرو ہوں کیونکہ فطرۃ یا نیچر انسانی تو ایک ہی ہے اسمیں اختلاف تو ہو نہیں سکتا۔ آخر اسکا سبب معلوم ہو جاتا ہے جب ہم نیچر اور عادت یعنی سیکنڈ نیچر یا طبیعت ثانی (جو کسی خاص حالت کے ماتحت زندگی بسر کرنے سے پیدا ہوتی ہے) میں فرق معلوم کر لیتے ہیں اور اس سارے جھگڑے کا فیصلہ کرنیکے لیے لازماً ماننا پڑتا ہے کہ وہ مذہب یا شریعت جسکی پیروی میں نجات یا آرام وابستہ ہے وہ ایک ایسی ہستی کی طرف سے نازل ہونی چاہیے جو ہم سب کے اوپر برتر مقام پر ہے اور ہمارے حالات سے بخوبی واقف اور ہماری نیچر کی فاطر یعنی خالق ہے اور اختلاف عادات اور اختلاط فطرت و عادات ہمیں مجبوراً اسطرف لے آتے ہیں کہ ایسا ہی ہونا چاہیئے یعنی دنیا میں زندگی بسر کرنیکے قواعد ایسی ہستی کیطرف سے مرحمت ہونے چاہئیں جو خالق اور رب اور علیم اور فاطر السموات والارض ہے اور واقعی ایسا ہی ہونا چاہیئے کہ وہ خدا جو ہماری نیچر اور صحیفہ قدرت کا فاطر یعنی خالق ہے وہی ہماری رہبری کرے تو ہم اپنی نیچر صحیحہ کو معلوم کر سکتے ہیں اور اسی کی طرف سے ایک شریعت یا مذہب کا نزول ہونا چاہیئے جو ہماری سوئی ہوئی فطرۃ کو جگا دے اور ہمارے نفس کو اچھی طرح ہم پر منکشف کر دے۔ دوسرے لفظوں میں وہ شریعت جو ہمارے نفسوں کی پوری پوری معرفت ہم کو بخشے اور ہمارا تزکیہ نفس بوجہ احسن کرے۔ بالآخر نتیجہ یہ ہوگا کہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ کے

الغرض ہم اپنے خالق کو بھی پہچان لیں گے اور رضا سے جا ملیں گے اور یہی ہوگا جسے نیچر کے مطابق زندگی بسر کرنا کہتے ہیں۔

اب اس سے بوضاحت ثابت ہوگیا کہ ہماری زندگی کی شریعت یا مذہب یا دستور کے لیے یہ **دو ضروری شرائط** ہونی چاہییں کہ **اوّل** تو وہ آسمانی یعنی الہامی ہو۔ بعد دوسرے وہ ہماری فطرت خوابیدہ کو جگانے والی ہو اور جیسا کہ میں پہلو ایجوکیشن اور تعلیم کے لفظ سے ثابت کرا آیا ہوں **وہ تعلیم ایسی ہونی چاہیئے** کہ ہمارا دل اسکو پڑھ کر از خود نعم الخبر کہہ اُٹھے وہی یقیناً ہمارے لیے قابل عملدرآمد ہوگی۔

اب طالب نجات کے واسطے راستہ صاف ہوگیا وہ فوراً معلوم کرسکتا ہے کہ قابل عملدرآمد **شریعت کون سی ہے** اور وہ سارے انبار میں سے فوراً معلوم کرسکتا ہے اور چن سکتا ہے اور چننے میں بھی اُسے یہ تکلیف نہ ہوگی کہ وہ ہر ایک کتاب یا شریعۃ پر علیحدہ علیحدہ عمل کرکے دیکھے اور معلوم کرے کہ کونسی تعلیم نیچر کے مطابق ہے اور کونسی اسکے خلاف بلکہ امتیازی نشانات مذکورہ بالا کو اُن میں تلاش کریگا جو کتاب اول یہ دعویٰ کرے کہ وہ الہامی ہے تنزیل العزیز الرحیم ہے اور دوسرے یہ کہ وہ الذکر یعنی یاددہانی یا بیدار کنندہ فطرۃ خوابیدہ ہے طالب نجات فوراً اسکے جوئے کے نیچے گردن رکھدیگا اور اُن قوانین کا فرمانبردار اور مسلمان بنجائے گا۔

میں طالب نجات کو یہ خوشخبری اور بشارت سناتا ہوں کہ سب کتابوں سے سوائے قرآن کریم اور فرقان حمید کے کسی کا ایسا دعویٰ نہیں کہ وہ تنزیل (الہامی) اور الذکر یعنی remunder صرف یہی ایک صحیفہ حقہ ہے جس کا دعویٰ ہے کہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ۔ یعنی یہ کتاب الذکر بھی ہے اور تنزیل بھی

اب اگر کوئی یہ سوال کرے کہ یہ قرآن تو قریباً سب کتابوں سے پیچھے نازل ہوا ہے کیا اسکے نزول تک خدا نے مخلوق کو یونہی چھوڑ دیا تھا اُسوقت اُسکی رحمانیت نے جوش کیوں

نارا اور اب آخر زمانہ میں کیوں قرآن کو ایسے دعوے کے ساتھ نازل کر دیا تو اسکا جواب یہ ہی کہ قرآن جو الذکر ہونیکا دعویٰ کرتا ہے تو مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ بھی تو کہتا ہے یعنی پہلی تعلیموں کا مصدق ہے اور مانتا ہے کہ ان میں بھی الہامی تعلیم تھی۔ وہ توراۃ و انجیل کا مصدق ہے اور اسنے دیگر کتب سماویہ جو اور قوموں میں نازل ہوئیں اُنکی بھی لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ کہکر تصدیق کر دی مگر وہ تعلیمیں مختص بالقوم یا مختص بالملک اور مختص بالوقت تھیں کیونکہ ذرائع آمد و رفت کی قلت اس امر کی مانع تھی کہ سب دنیا کے لیے ایک ہی کتاب شریعت نازل ہو مگر قرآن آخر زمانہ میں خاتم الکتب ہو کر آیا یعنی گزشتہ تعلیمات صحیحہ صادقہ جیدہ کا جامع جیسے فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ نص صریح شاہد ناطق ہے اور چونکہ قرآن تمام دنیا کے لیے شریعت لایا ہے اسلیے اسمیں بالبداہت اَلذِّکر ہونیکا دعویٰ کیا گیا ہے اور حالانکہ اسکے نزول کیوقت ذرائع اور ممالک شتّی کے میل جول کے اسباب ظاہر نہ ہوئے تھے مگر اسکا کل دنیا کے لیے اَلذِّکر ہونے کا دعوےٰ کرنا ایک پیشگوئی تھی کہ اب وہ ذرائع پیدا ہونے شروع ہو جائینگے اور آیندہ کچھ دیر کے بعد دنیا ایک ہو جائیگی ریلیں جاری ہونگی سمندر اور ہوائی جہازوں کی بیکاجی ہوگی مطابع پھیل جائینگے اور یہ سب کچھ اسلیے ہوگا کہ اس پاک اور مکمل شریعت و ہدایت کی تکمیل اشاعت ہوگی۔ پھر اصل مضمون کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

اب سوال یہ ہوگا کہ وہ کتاب دنیا میں نازل کسطرح ہو۔

اسکے لیے بھی یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ وہ کتاب انسانی نیچر کو واضح کرنے آئیگی اور انسانی نیچر کو جگانے والی ہوگی اسلیے اُسکا نزول بھی صحیفۂ قدرت یا نیچر بیرونی یا سلسلہ جسمانی کے مطابق ہونا چاہیئے کیونکہ انسانی نیچر یا سلسلہ روحانی باہر کی نیچر کے عین مطابق ہے

صحیفۂ قدرت جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا ہے مختلف مدارج ترقیات اور حالات اور تبدلات کی ایک زنجیر ہے کل کی کل کائنات اور اُسکی خلقت علت و معلول و سبب و اسباب اور تاثیرات و موثرات کا ایک سلسلہ ہے یعنی کل دنیا دار الاسباب ہے۔ ہمارے کانوں تک آواز پہنچنے کے لیے ہوا کی ضرورت ہے اگر ہوا نہ ہو تو کان بیکار ہیں۔ علیٰ ہذا اگر روشنی نہ ہو تو آنکھ بیکار ہے اسی طرح جمادات نباتات کی زندگی کی علت ہے نباتات اور جمادات دونوں حیوانات کی بقا کا سبب ہیں اور یہ سب کچھ

حضرت انسان کی زندگی کی ضروریات ہیں۔ الغرض اسیطرح انسان اور اُسکے خالق حقیقی یعنی خدا کے درمیان بھی ایک زنجیر ہونی چاہیئے اور یہ زنجیر انسان کی روحانیت کے بیشمار درجوں اور فرشتوں کی ہستی کے حلقوں سے بنی ہے اور اسکے شاہد اور مصدق ایک نہیں دو نہیں ہزاروں اور لاکھوں ہوئے ہیں اور ہوتے رہتے ہیں۔ اور وہ ایسے کہ اُنکی ساری زندگی پاک اور دیانت و امانت میں گزری ہے اُنکی سچائی کی گواہی بڑی بڑی قوموں نے دی ہے جنکے سامنے وہ زندگی بسر کر گئے ہیں اور مزید براں لُطف یہ کہ وہ باوجودیکہ ایک ہی زمانہ میں نہیں ہوئے بلکہ مختلف وقتوں اور مختلف ملکوں میں پیدا ہوئے تمام کی گواہی ایک ہی ہے کہ انسان اور خدا کے درمیان فرشتوں کی بھی ایک ہستی ہے جب روح انسانی ترقی کرتے کرتے اسقدر لطیف ہوجاتی ہے کہ دنیا کا کلموٹی گند اور کثافت اسمیں باقی نہیں رہتی تو اُس لطیف ہستی یعنی ملائکہ کا مشاہدہ کرسکتی ہے اور اسطرح انسان خدا سے مکالمہ مخاطبہ کا شرف حاصل کرسکتا ہے کیونکہ ملائکہ کے ذریعہ خدا اپنا کلام اُسپر القا کرتا ہے اسطرح الہامی کتاب کے نبی کے ساتھ نبوت ملائکہ پر ایمان لانا بھی فرض ٹھہرا اور وجود نبی پر ایمان لانا بھی عین لازمی قرار پایا۔ قرآن پاک میں اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ اسی کی طرف اشارہ کر رہی ہے یعنی اللہ پر ایمان لانیکے لیے یہ ضروری اور اشد ضروری ہے کہ ملائکہ کتب اور رسل پر ایمان لایا جائے اور یہ ایمان رسول ہی سے شروع ہوتا ہے اور اللہ پر ختم ہوتا ہے بغیر رسول کو ماننے اور اُسکی سچائی کو پرکھنے اور اُسکی تصدیق کرنے کے تم نہ کتاب کو مان سکتے ہو اور نہ فرشتوں کو جو ذریعہ نزول کتاب ہیں اور نہ ہی خدا کو مان سکتے ہو۔ خدا ایک غیب الغیب اور وراء الوراء ہستی استغناء کے تہ بر تہ پردوں میں مستور ہے وہ ذات صمدانی غنی عن العالمین ہے مگر باینہمہ اُسکی رحمانیت جوش مارتی ہے اور اُسکی وہابیت اور کریمیت تقاضا کرتی ہے کہ انسان کو جو سب مخلوقات کا مدعا اور مقصد ہے اپنی بخشش و انعام و فضل و کرم جود و سخا و بذل و عطاء اور دیگر اسماء الحسنیٰ سے آگاہ کرے اور اُنکا مورد بناوے یعنی اپنے آپکو انسان پر ظاہر کرے اسلیئے وہ ایک شریعت یا ایک کتاب مستجمع جمیع قوانین جو اُس تک رسائی کے لیے ازبس ضروری ہیں نازل فرماتا ہے اور وہ شریعت نیچر انسانی کے عین مطابق ہوتی ہے تاکہ انسان کو اُسکے نفس پر بکُلی آگاہ کرے اور اسکو اُسکے رب کی معرفت کی توفیق عنایت کرے **خلاصہ** ہوا کہ اصل مدعا شریعت کے نزول کا خدا کی معرفت اور اُسکی ذات پر ایمان لانا ہے اور یہ بغیر توسط نبی و کتاب و ملائکہ میسر نہیں آسکتا +

دیانندی اُپدیش

سوامی جی کے چند اُپدیش ہم تم کو سُناتے ہیں ہمہ تن گوش ہو جاؤ۔ عجوبہ اک بتاتے ہیں"

معزز ناظرین! آج ہم آپ کو آریہ سماج کے بانی شری سوامی دیانند آنجہانی کے چند اُپدیش سناتے ہیں امید ہے کہ آپ انکو غور اور دلچسپی سے سُنیں گے مگر قبل اسکے کہ ہم آپ کے سامنے اُن اُپدیشوں کو پیش کریں یہ بتانا ضروری سمجھتے ہیں کہ اسوقت اور اسجگہ ہماری حیثیت محض ایک ترجمان کی ہے اسلیے ہم سوامی جی کے کلام پر کسی قسم کی تنقید یا جرح قدح کرنے سے معذور و مجبور سمجھے جائیں۔ ہاں قارئین کرام کو پورا پورا حق حاصل ہے کہ وہ جسطرح اور جیسے بھی جرح یا تنقید کرنا چاہیں کریں اسکے وہ مختار ہیں اُن کے اس جائز فعل سے نہ ہمیں کوئی شکایت ہے اور نہ ہی سوامی جی کے معتقدوں کو شکوہ۔ بس اس مختصر سی عرض کے بعد سوامی جی کا پہلا اُپدیش جو انھوں نے ایشوری ذات و صفات کے متعلق اپنی کتاب آریہ بھونے ص۵ میں دیا ہے ذیل میں پیش کرتے ہیں

پہلا اُپدیش اَے اِندر دولتوں سے مالا مال! ہمارا ناش (صفایا) مت کر۔ یعنی اپنے سے الگ ہمکو مت گراؤ۔ ہم سے الگ آپ کبھی مت ہوں ہماری پیاری خوردنی اشیاء (بھوگوں کو) مت چُراؤ۔ ہمارے حملوں کا اسقاط مت کر۔ ہمارے کھانے وغیرہ کے لیے سونے وغیرہ کے برتنوں کو ہم سے الگ مت کر۔ اور ہمارے ہم خیال دوستوں کو نیست و نابود مت کر" الخ اسجگہ اگر کوئی دوست یہ کہے کہ اس دعا یا پرارتھنا سے تو ایشور کا چور ہونا لازم آتا ہے کیونکہ لوگ اسی شخص سے چرانے کو کہتے ہیں جسے چور سمجھتے ہیں نہ کہ ہر کہ ومہ کو۔

سو ایسے احباب سے ہماری یہی عرض ہے کہ وہ اس قسم کے اعتراضات ہمیں سُنانیکی تکلیف گوارا نہ فرمائیں کیونکہ ہم اس قسم کے اعتراضات کے صحیح یا غلط ہونیکی بابت اُن سے کچھ نہیں کہہ سکتے کیونکہ ترجمان کا کام صرف ترجمانی کرنا ہے نہ کہ ساتھ ہی نقادانہ روش اختیار کرنا۔

اپدیش ۲ "اے بیاہی ہوے مرد و عورتو! تم دو نو رات کو کہاں ٹھہرے تھے؟ اور دن کہاں بسر کیا تھا؟ تم نے کھانا وغیرہ کہاں کھایا تھا؟ تمھارا وطن کہاں ہے؟ جسطرح بیوہ عورت اپنے دیور و دوسرے خاوند کے ساتھ شب باش ہوتی ہے یا جسطرح بیاہا ہوا مرد

اپنی بیاہتا عورت کے ساتھ اولاد کے لیے یکجا شب باش ہوتا ہے اسیطرح تم کہاں پر شب باش ہوئے تھے ؟ ،،" (رگوید اشٹک ۵ ادھیائے ۸ ورگ ۱۸ منتر ۲)

محولہ بالا رگوید کا منتر بقول سوامی جی مہاراج پرمیشور کا الہام اور گیان ہے اور وہی (ایشور) لوگوں سے دریافت حال کے لیے بار بار پوچھ رہا ہے کہ تم رات کہاں رہے دن کہاں بسر کیا وغیرہ اسکو سنتے ہوئے ہمارے دوست کہیں گے کہ اس منتر سے تو ویدک ایشور کی بے علمی عیاں اور آشکارا ہے مگر ہماری طرف سے انکو بھی دو ٹک جواب ملیگا کہ ایسی شنکا (وسوسہ) کا دفعیہ اگر منظور ہے تو سوامی جی کے پیرووں سے کرا سکتے ہو ہمیں معاف ہی کیا جائے تو عنایت ہوگی

اُپدیش ۳ "اے لوگو! میں ایشور جیسے براہمن کشتری۔ ویش۔ شودر۔ اور اپنے بیوی (و) نوکر وغیرہ .... کو سکھ دینے والی (راحت بخش) چاروں ویدوں کی کلام کا اپدیش و وعظ کرتا ہوں ویسے آپ لوگ بھی اچھی طرح اپدیش کریں،، (تفسیر دیانندی ہندی یجروید) دوستو! ہمیں یہ کہہ کر دقت مت کرو کہ اس وید منتر سے تو ویدک ایشور کی بیوی ثابت ہوتی ہے +

چوتھا اپدیش "اے پرمیشور جس جس مقام سے آپ دنیا کے بنانے پالنے کے لیے حرکت کریں اُس اُس مقام سے ہمارا خوف دور ہو تاکہ ہم آپ کی نظرِ عنایت سے سب مقاموں میں بے خوف رہیں۔" الخ (یجروید ادھیائے ۳۶ منتر ۲۲)

ہمارے ایڈیٹر صاحب قبلہ بھی اعتراض کرنے سے نہ چوکے فرماتے ہیں کہ اس منتر سے تو ویدک ایشور محدود ثابت ہوتا ہے کیونکہ جو چیز متحرک ہوگی ضروری ہے کہ محدود ہو اور محدود تو یقیناً حادث ہوتا ہے۔ پس حادث کیسے خدا ہو سکتا ہے اسلیے ویدک ایشور ہرگز ہرگز ایشور کہلانے کا حقدار نہیں مگر ہم ایسے اعتراضات کے جواب دینے سے قطعی قاصر ہیں ہاں ہم اپنے ملکی آریہ دوستوں سے پرارتھنا کرتے ہیں کہ وہ خدارا جسطرح بھی ہو اپنا قیمتی وقت خرچ کر کے بھی ان مسئلوں کے شکوک مٹائیں ورنہ یہ اور بھی قافیہ تنگ کرنیکے درپے ہوں گے ❁

ویدک تعلیم عالمگیر نہیں

ہندوستان کی نئی بظاہر مذہبی مگر زیادہ تر پولیٹیکل تحریک یعنی آریہ سماج کے بانی مبانی شری سوامی دیانند جی مہاراج کے بہت سے بے دلیل دعاوی میں سے ایک دعوی یہ بھی سننے میں آتا ہے کہ "دنیا میں اگر کوئی مت کوئی مذہب کوئی تعلیم اتھشکھشا سار و بھوم ک (عالمگیر) کہلانیکی مستحق اور حقدار ہو سکتی ہے تو وہ ویدک تعلیم ہے نہ اسکے سوا کوئی اور" یہ ہے وہ دعوی جسے سوامی صاحب کے پیرو آج بھی نہایت دلیری اور بڑے دھڑلے سے دنیا کے آگے پیش کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اسلیے ذیل میں اس دعوے کی سچائی کو ویدہی کی تعلیمی کسوٹی یا محک پر رگڑ کر پرکھنے اور جانچتے ہیں جس سے کماحقہ معلوم ہو جائیگا کہ آریہ سماج اور اسکے بانی کا یہ دعوی اپنے اندر کہانتک سچائی رکھتا ہے۔ وَھُوَ ھٰذَا

"اے جگدیشور راجن! آپ ناچنے کے لیے کشتری سے براہمن میں پیدا ہوئے سوت (لڑکے) کو گانے کے لیئے۔ (اور) نٹ کو دھرم کی حفاظت کے لیے پیدا کیجیے" الخ (یجر وید تفسیر سوامی دیانند)

مذکورہ بالا حوالہ کو پڑھتے ہی ایک سلیم العقل انسان فوراً پکار اٹھے گا کہ یہ کلام تو کسی علم موسیقی یا گانے بجانے کے شوقین کا ہے نہ کہ پرمیشور کا جو راگ رلیاں منانے کا از حد متمنی نظر آتا ہے اور دوسرونکو بھی اس کام میں مشغول و مصروف کرنا ضروری سمجھتا ہے تاکہ اُسکا مونکو دیکھ اُسے کوئی ملزم نہ گردانے۔

اَیُّھَا الْاَحْبَاب! ویدوں میں اس قسم کا یہ ایک ہی منتر نہیں بلکہ اور بھی بہت سے موجود ہیں جنمیں سے اسجگہ ایک اور بھی پیش کیا جاتا ہے۔

"اے پرمیشور راجن! - آپ.......... بین بجانے (اور) ہاتھوں سے نادِ تر (ایک قسم کا ساز) بجانے اور تونو نامی باجے کے بجانے والے ان سبکو ناچنے کے لیے اور آنند (سرور) کے لیے (و) تالی وغیرہ بجانیوالے کو پیدا و ظاہر کیجیئے" الخ (یجر وید تفسیر سوامی دیانند)

شارح وید سوامی دیانند اس لفظی ترجمہ کے تحت میں تحریر فرماتے ہیں کہ۔ "گونکو چاہیئے کہ ہنسی اور زنا وغیرہ گناہونکو چھوڑ کر اور گانے بجانے ناچنے وغیرہ کی تعلیم کو حاصل کر کے مسرور ہو دیں"

ہم اس پاک تعلیم کی نسبت اپنے الفاظ میں کسی قسم کی رائے زنی کرتے ہوئے آریہ دوستونکو کبیدہ خاطر نہیں کرنا چاہتے اسلیے اسجگہ محض رشی دیانند کا مختصر سا ریمارک ہی ذیل میں نقل

کرنا کافی سمجھتے ہیں جو صاحب موصوف نے اس قسم کی تعلیم کے متعلق خود اپنی کتاب ستیارتھ میں لکھا ہے نفسانی لذتوں سے پیدا ہوئے عیبوں کا شمار سنئیے "(۱) شکار کھیلنا (۲) چوپڑ کھیلنا (۳) دن میں سونا (۴) شہوانی بات چیت یا دوسرے کی غیبت کرنا (۵) عورت کی بہت صحبت نشہ والی چیزوں یعنی شراب (۶) افیون گانجہ۔ بھنگ چرس وغیرہ کا استعمال (۷) گانا (۸) بجانا (۹) ناچنا یا ناچ کرانا سننا اور دیکھنا (۱۰) بیفائدہ ادھر ادھر پھرتے رہنا = یہ دس کام (شہوت) سے پیدا شدہ عیب ہیں"۔ (ستیارتھ پرکاش اردو ص۱۶۴)

اور بھی ملاحظہ ہو۔ "جو راجہ لذات نفسانی سے پیدا ہوئے دس عادات بد میں پھنستا ہے وہ ارتھ یعنی حکومت و دولت وغیرہ سے محروم ہو جاتا ہے" (ستیارتھ ص۱۶۵)

وید میں ویدک ایشور تو گانے بجانے ناچنے نچانے کی تعلیم کو انسانوں کیلئے لازمی اور ضروری بلکہ لابدی قرار دیتے ہیں اور لوگو یہ تحریک فرماتے ہیں کہ تم نٹ اور ناچنے لڑکوں کے لیے میری درگاہ میں التجا نا ستدعا کرو میں بھیں دوں گا مگر سوامی صاحب ہیں کہ ویدک ایشور کے فرمان واجب الاذعان کی شمہ بھر بھی پروا نکرتے ہوئے نہایت جرأت وجسارت سے فرماتے ہیں کہ گانا۔ بجانا ناچنا یا ناچ کرانا یہ سب شہوانی عیب ہیں اور انہی دس عیبوں میں پھنسنے والے راجا ملک و دولت کے علاوہ دین و دھرم سے بھی محروم ہو جاتے ہیں۔

سوامی جی کی یہ تعلیم یا فرمان تو واقعی بجا و درست ہے جسپر ہم بھی صاد کرتے ہیں مگر انھوں نے جو ویدوں کے خلاف لکھا ہے اسکا کیا جواب ہے۔ اے اریہ سماج کے روشن خیال ممبرو! بتلاؤ کیا ایسی تعلیم عالمگیر کہلا سکتی ہے کہ جسپر عمل پیرا ہونے سے انسان علم و گیان پاکیزگی و معرفت حاصل کرنے کے بجائے الٹ شہوانی اور نفسانی خیالات کا بیدام غلام ہو جائے اور پھر مال و دولت جاہ وجلال عزت و حکومت بھی اپنے ہاتھوں سے کھو دے۔ حالانکہ عالمگیر تعلیم اور سار و بھوبک شکھشا تو وہ ہوتی ہے جو انسان کو بدیوں و بدکاریوں سے نکالکر معرفت و گیان کے بلند مینار پر پہنچا دے اور مفلسی و غریبی تنگدستی و قلاشی سے ہٹا کر دولت و حکومت کا وارث بنائے۔

ہاں اگر کسی نظیر کی ضرورت ہو تو اسلام اور اسلامی تعلیم پر عمل کرنیوالے توحید کے علمبردار مسلمانوں کے کارنامے پڑھ لو کسطرح وہ بادیہ نشین بدو اس پاک اور مطہر اسلامی تعلیم پر عمل پیرا ہوتے

ہوئے قیصر و کسریٰ کے وارث بن گئے۔

اس قسم کے ایک دو اور شگوفے ناظرین کو بتلاتے ہوئے اس مضمون کو ختم کرتے ہیں +

(۲)

"اے پرمیشور و راجن! آپ ... آگ کے لیے موٹے پدارتھ (اشیاء) زمین کے لیے بغیر پاؤں کے رینگ کے چلنے والے سانپ وغیرہ کو — اکاش (آسمان) و زمین کے درمیان کھیلنے (کیلیئے اور) بالشت سے ناچنے والے نٹ وغیرہ کو پیدا کیجیئے" (یجروید)

سماجی دوستو! دیانتداری سے بتلاؤ! ذرا انصاف سے بتلانا ویدوں کی یہ تعلیم جو دعا کی صورت میں ہے، عالمگیر ہو سکتی ہے کیا اگر وید کے ہر ایک پیرو کی اس دعا کو پرمیشور روزانہ شرف قبولیت عطا کر اور رینگنے والے سانپ ہر روز ہی تمام آریوں کے گھر و میں پیدا کرنے شروع کر دے تو بتلاؤ انسانی زندگی دوبھر ہو گی یا مزہ سے کٹے گی۔ اور بالشت سے ناچنے والے نٹ کے لیے التجا کیا معنے رکھتی ہے از راہ نوازش اسکی فلاسفی سے تو ہمیں ضرور ہی بہرہ اندوز کریں جسکے عوض ہم اور تمام قارئین کرام بھی آپ کا تھینکس ادا کریں گے۔

سنو اور غور سے سنو! سانپوں کا گھروں میں پیدا ہو جانا انسانوں کے لیے باعث رحمت نہیں بلکہ پرلے درجہ کی زحمت کا موجب ہے۔ لاکھ لاکھ شکر ہے کہ انسانی دنیا نے اس تعلیم پر عمل نہیں کیا خدانخواستہ اگر ایسا ہو جاتا تو جیسے موسم برسات میں کھٹمل اور پسو بلائے بیدرماں ہو جاتے ہیں اسی طرح سانپ انسانی زندگی کے خاتمہ کا باعث ہو جاتے اور یہ خوشگوار اور پُر سرور زندگی ایک پل میں تلخ ہو جاتی۔

دوستو! ہم آپ کا زیادہ وقت لینا مناسب نہ سمجھتے ہوئے اس مختصر سے مضمون کو یہیں ختم کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ آپ تعصب و طرفداری سے خالی ہو کر اس پر نیک نیتی سے غور فرمائینگے۔

(کرشن: ابن فضل حسین احمدی مہاجر)

اطلاع اگر آپ چاہتے ہیں۔ کہ آریہ مت کی مستند کتب سے ایسے حوالجات معلوم ہوں جن سے اس مذہب کی اصل کیفیت معلوم ہوتی ہے تو تشحیذ کے گزشتہ چار سالوں کے فائل منگوا لیجیے کافی مصالحہ مل جائے گا۔ قیمت فی فائل ۲؎ +

وَلِکُلِّ اُمَّۃٍ اَجَلٌ

پیروان باب وبہاء اللہ آیۃ وَلِکُلِّ اُمَّۃٍ اَجَلٌ اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَۃً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ سے استدلال پکڑتے ہیں کہ قرآن مجید کی میعاد ختم ہو چکی ہے اب کسی نئے قانون کی ضرورت ہے کیونکہ ہر امۃ کے لیے ایک اجل ہوتی ہے جبکے آنے پر اس امۃ کا دورہ ختم ہو جاتا ہے اور دوسری امتہ کا شروع۔

پہلا جواب آیۃ وَلِکُلِّ اُمَّۃٍ اَجَلٌ سے مذکورہ بالا استدلال قرآن مجید کی منشاء کے بالکل خلاف ہے اور یہ صرف عدم قلت تدبر اور عدم تعمق کا نتیجہ ہے اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا اگر اسکے ماقبل اور مابعد پر غور کیا جائے تو معنے بالکل صاف ہو جاتے ہیں اور بآسانی معلوم ہو سکتا ہے کہ ولکل امۃ اجل سے کیا مراد ہے۔

یہ آیۃ سورہ یونس اور سورۂ اعراف میں وارد ہے اس آیۃ کے سیاق وسباق کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ معنے نکلتے ہیں کہ انبیاء اور رسل کے مخالفین کے لیے عذاب کا وقت مقرر ومعین ہے جس کے آجانے پر نہ وہ آگے بڑھ سکتے ہیں نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں۔

چنانچہ سورہ یونس میں یہ آیۃ ایسی آیات کے درمیان آئی ہے جنمیں عذاب کا ذکر ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَلِکُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُوْلٌ فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ـ وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝ قُلْ لَّآ اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ لِکُلِّ اُمَّۃٍ اَجَلٌ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَۃً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ ۝ قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَتٰکُمْ عَذَابُهٗ بَیَاتًا اَوْ نَهَارًا مَّاذَا یَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝ ترجمہ ہر ایک امتہ کے لیے ایک رسول ہے پس جب انکے پاس انکا رسول آتا ہے تو انکے درمیان انصاف سے بغیر کسی پر ظلم کرنے کے فیصلہ کیا جاتا ہے اور کفار کہتے ہیں کہ اگر تم صادق ہو تو بتاؤ عذاب کا وعدہ کب پورا ہوگا۔ اے رسول تو کہدے کہ میں تو اپنی نفس کے نفع وضر کا مالک نہیں ہوں مگر جتنے پر مجھے خدا تعالیٰ اطلاع دیدے میں اپنی طرف سے تمہیں کیونکر بتادوں کہ فلاں وقت تمپر عذاب آئے گا

ہاں ہر ایک امتہ کے لیے عذاب کا وقت مقرر ہے جب وہ وقت کسی امتہ پر آجاتا ہے تو پھر نہ آگے پیچھے ہونے نہیں دیتا۔ ای رسول تو کفار کو یہ کہہ دے کہ اگر تم پہ رات کو یا دن کو عذاب آجائے تو پھر تم کیا کر سکتے ہو پس کیوں جلدی چاہتے ہو۔ معلوم ہوا کہ امتہ سے مراد اُمتہ میں منکرین انبیاء ہیں نہ متبعین اور اجل سے مراد انکی ہلاکت ہے۔

اسی طرح سورہ اعراف میں بھی خدا تعالیٰ نے پہلے شرک اور فواحش اور اثم اور بغی وغیرہ سے منع فرمایا ہے پھر وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ فرما کر بتایا ہے کہ ای لوگو اگر تم شرک اور فواحش اور اعمال سیئہ کو نہیں چھوڑو گے اور رسول کی تکذیب پر کمر بستہ رہو گے تو یاد رکھو کہ ہر ایک امتہ کے لیے جو رسول کی مخالفت کرتی ہے تباہی کا ایک وقت مقرر ہے جسکے آنے پر وہ آگے پیچھے نہیں ہو سکتی۔ پھر تاکید فرمائی ہے کہ تمھیں رسولوں کا انکار نہیں کرنا چاہیے بلکہ انپر ایمان لانا چاہیئے اور انکی مدد کرنا چاہیئے پھر سورہ حجر میں اس مضمون کو خدا تعالیٰ نے ان الفاظ میں ادا کیا ہے وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ ٥ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ٥ حجر ۱۶ اور ہمنے ہر ایک ہلاک شدہ بستی کو اسکی معلوم میعاد پر ہلاک کیا ہے اسلیے کوئی اُمتہ بھی اپنی ہلاکت کی گھڑی سے نہ آگے بڑھ سکتی ہے نہ پیچھے ہٹ سکتی ہے۔

پھر سورہ مومنون ع ۳ میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ٥ ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِيْنَ ٥ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ

پہلے تو حضرت صالح کی قوم کا ذکر فرمایا کہ ہم نے اسکو عذاب سے ہلاک کیا پھر فرمایا کہ اسکے بعد ہمنے اور قومیں پیدا کیں اور کوئی قوم ہلاکت کے دن سے آگے پیچھے نہیں ہو سکتی پھر ہم نے پے درپے رسول بھیجے جب کبھی کسی امتہ کے پاس رسول آیا تو انھوں نے اسکی تکذیب کی۔

مذکورہ بالا آیات سے صاف ظاہر ہے کہ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ میں امتہ سے مراد کافروں اور مکذبوں کی جماعت ہے۔ پھر سورہ نحل رکوع ۸ میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى

فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ۔ کہ اگر خدا تعالیٰ لوگوں سے انکے ظلم کا مواخذہ کرتا تو روئے زمین پر کسی متنفس کو باقی نہ چھوڑتا لیکن اجل مسمیٰ تک انکو ڈھیل دیتا ہے پس جب انکی اجل آجاتی ہے تو وہ ایک گھڑی کے لیے بھی آگے پیچھے نہیں ہو سکتے۔ پھر یہی مضمون سورہ فاطر رکوع ۵ میں مذکور ہے۔ پس قرآن مجید میں غور و فکر اور تدبر کرنے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اجل کا لفظ رسولوں اور نبیوں کے ماننے والوں کیلیے استعمال نہیں ہوا بلکہ انبیاء کے مکفرین اور مکذبین کو ڈرانے اور انپر موت یا عذاب کے ورود کی خبر دینے کے لیے استعمال ہوا ہے اور اجل کے معنے لغت میں اہلاک کے موجود ہیں جیسے تاج العروس میں لکھاہے وقد یراد بالاجل الاھلاک وبہ فسر قولہ تعالیٰ وان عسی ان یکون قد اقترب اجالھم ای اھلاکھم" کہ کبھی اجل سے مراد اہلاک ہوتا ہے اور قرآن مجید کی آیۃ وان عسی ان یکون قد اقترب اجالھم میں آجال کی تفسیر اہلاک سے کیگئی ہے پس آیۃ ولکل امۃ اجل کے معنے سیاق و سباق کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ ہوئے کہ ہر ایک نبی کے کفار کی جماعۃ کے لیے عذاب کا وقت مقرر ہے اور وہ عذاب آجاتا ہے تو پھر وہ کہیں بھاگ نہیں سکتے اور یہی معنے مفسرین نے کیے ہیں اور اس آیۃ سے جو بابی مذہب والوں نے سمجھا ہے بالکل صحیح نہیں ہے۔

دوسرا جواب اگر ہم تنزل کے طور پر انکے اس استدلال کو چند منٹ کی لیے صحیح بھی فرض کرلیں کہ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ میں آیت سے مراد انبیاء کے متبعین کی جماعۃ ہے تو اس آیت سے یہ کیسے ثابت ہوگیا کہ اسلام کا سلسلہ بھی منقطع ہوگیا ہے اور اسکی اجل ہیں کم تھی یہ آیت اس بات پر دلیل نہیں ہوسکتی کہ اسلام کی اجل ختم ہوگئی ہے کیونکہ تم اس آیت کے نزول کے وقت ہی اسلام کی اجل کو ختم نہیں قرار دیتے اب کونسی نئی وجہ پیدا ہوگئی ہے کہ جس سے یہ کہنا پڑا کہ اب نئے مذہب کی ضرورت ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ یعنی جو اسلام کے سوا کوئی اور مذہب پسند کرلیگا تو وہ اس سے قبول نہیں کیا جائیگا۔ ہم بھی اسلام کی اجل مانتے ہیں مگر یہ کہتے ہیں کہ اسکی اجل قیامۃ تک ہی اور قرآن مجید تمام ان لوگوں کے لیے اور اصلاح کا موجب ہے جو قیامۃ تک پیدا ہوں گے اور کوئی ایسی بات جو

انسان کی دینی اصلاح کی ہو اس سے باہر نہیں ہے جیسے کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِی هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ کُلِّ مَثَلٍ فَاَبٰی اَکْثَرُ النَّاسِ اِلَّا کُفُوْرًا ۔

پھر یاد رکھنا چاہیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نزول بھی آخری زمانہ میں ہے جیسا کہ آپ نے اپنے زمانہ نبوۃ کو عصر سے لیکر سورج کے غروب ہونے تک قرار دیا ہے یعنی دنیا کے ختم ہونے تک فرمایا ہے اور بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةُ کَهَاتَیْنِ فرمایا ہے پس یہ قانون قیامت تک چلیگا۔ نئی شریعت کے مدعی کو چاہیئے کہ وہ ایسے نئے قوانین کی ضرورت واحتیاج بیان کرے جو قرآن مجید میں نہ پائے جاتے ہوں تا سمجھا جائے کہ قرآن مجید ناقص شریعت ہے اور تکمیل کی محتاج ہے اسلیے کسی نئی شریعت کی ضرورت ہے۔

تیسرا جواب

کُلّ بعض کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسے تاج العروس میں لکھا ہے وَقَدْ جَاءَ اِسْتِعْمَالُہٗ بِمَعْنٰی بَعْضٍ وَعَلَیْہِ حُمِلَ قَوْلُ عُثْمَانَ رض حِیْنَ دَخَلَ عَلَیْهِ فَقِیْلَ لَهٗ اَبِاَمْرِكَ هٰذَا فَقَالَ کُلُّ ذٰلِكَ اَیْ بَعْضُهٗ عَنْ اَمْرِیْ وَبَعْضُهٗ بِغَیْرِ اَمْرِیْ قَالَ وَمِنْهُ قَوْلُ الرَّاجِزِ۔ قَالَتْ لَهٗ وَقَوْلُهَا مَرْعِیٌّ اِنَّ الشِّوَاءَ خَیْرُهُ الطَّرِیُّ وَکُلُّ ذَاكَ یَفْعَلُ الْوَصِیُّ۔ اَیْ قَدْ یَفْعَلُ وَقَدْ لَا یَفْعَلُ فَهُوَ ضِدٌّ قَالَ شَیْخُنَا وَجَعَلُوْا مِنْهُ اَیْضًا قَوْلَهٗ فَکُلِیْ مِنْ کُلِّ الثَّمَرَاتِ وَاُوْتِیَتْ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ قَالَ وَقَدْ اَوْرَدَ بَعْضَ ذٰلِكَ الْفَیُّوْمِیُّ فِی مِصْبَاحِهٖ وَاَشَارَ اِلَیْهِ ابْنُ السَّیِّدِ فِی الْاِنْصَافِ ،، ترجمہ کل کا لفظ کبھی بعض کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قول ابامرك هذا فقال کل ذلك میں استعمال ہوا ہے یعنی قاتلان عثمان رض جب آپ کے پاس گئے اور پوچھا کہ کیا یہ کارروائی تیرے حکم سے ہوئی ہے تو آپ نے جواب دیا بعض حصہ میرے حکم سے اور بعض حصہ میرے بغیر حکم کے ہوا ہے اسی طرح وکل ذلك یفعل الوصی میں کل کا لفظ وارد ہوا ہے کہ وہ کبھی کرتا ہے کبھی نہیں کرتا پس کل کا لفظ جمع الضدین کا اپنی ضد کو بھی اپنے اندر رکھتا ہے اور اسی طرح فکلی من کل الثمرات اور اوتیت من کل شیء میں کل لفظ بعض کے معنوں میں وارد ہے اور ان معنوں کو فیومی نے مصباح میں لکھا ہے اور ابن سید نے انصاف میں اسکی طرف اشارہ کیا ہے ۔ پس لغت کی رو سے یہ نہیں ثابت ہو سکتا کہ کل امۃ سے مراد بالضرور

کیا ہر نبی کے لیے اپنے مرنے کی جگہ میں دفن ہونا ضروری ہے

غیر احمدی علماء ۔ حدیث اَلْاَنْبِیَاءُ یُدْفَنُوْنَ حَیْثُ یَمُوْتُوْنَ اور حدیث مَاقَبَضَ اللّٰهُ نَبِیًّا اِلَّا فِیْ مَوْضِعِ الَّذِیْ یُحِبُّ اَنْ یُّدْفَنَ فِیْهِ سے ابطال نبوۃ مسیح موعود پر استدلال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت مرزا غلام احمد اپنے مرنے کی جگہ میں دفن نہیں ہوئے لہٰذا آپ نبی نہیں ہو سکتے

اوّل تو معترض کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ دونوں حدیثیں غریب اور ضعیف ہیں اور انکی اسناد میں بعض ایسے راوی ہیں جو مجروح ہیں۔ جیسے کہ پہلی حدیث کے متعلق نیل الاوطار جلد ۲ صفحہ ۲۰ میں لکھا ہے وَقَدْ رُوِیَ اَنَّ الْاَنْبِیَاءَ یُدْفَنُوْنَ حَیْثُ یَمُوْتُوْنَ کَمَا رَوٰی ذٰلِکَ ابْنُ مَاجَةَ بِاِسْنَادٍ فِیْهِ حُسَیْنُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ الْهَاشِمِیُّ وَهُوَ ضَعِیْفٌ کہ حدیث ان الانبیاء یدفنون حیث یموتون کو ابن ماجہ نے ایسی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے جس میں حسین بن عبداللہ ہاشمی راوی ضعیف ہے۔ اور دوسری حدیث کے متعلق مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ غَرِیْبٌ وَفِیْ اِسْنَادِهٖ عَبْدُالرَّحْمٰنِ ابْنُ الْمُلَیْکِیِّ یُضَعَّفُ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهٖ کہ اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے اور اسکی اسناد میں عبدالرحمن ابن الملیکی راوی حفظ روایت میں ضعیف ہے۔ پس ثابت ہوا کہ ان دونوں حدیثوں کی اسناد مجروح ہے اور یہ حدیثیں بوجہ اپنے ضعف کے قابل اعتماد نہیں ہیں۔

دوم اگر ہم انکو صحیح بھی تسلیم کرلیں تو ان احادیث کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دیگر حدیثوں کی طرح مختص ماننا پڑیگا جیسے کہ حدیث وَاَخْبَرَنِیْ اَنَّهٗ لَمْ یَکُنْ نَبِیٌّ اِلَّا عَاشَ نِصْفَ الَّذِیْ قَبْلَهٗ وَاَخْبَرَنِیْ اِنَّ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ عَاشَ مِائَةً وَّعِشْرِیْنَ سَنَةً وَلَا اَرَانِیْ اِلَّا ذَاهِبًا عَلٰی رَأْسِ سِتِّیْنَ میں بھی یہ قاعدہ باندھا گیا ہے کہ ہر ایک نبی کی عمر اپنے سے پہلی نبی کی نصف عمر ہوتی رہی ہے حالانکہ گزشتہ انبیاء کی عمریں اس طریق پر نہیں ہوئیں اور اگر یہی اصول پہلے انبیاء کی عمروں کے لیے استعمال کیا جائے تو حضرت آدم علیہ السلام کی عمر تو کئی ہزار بلکہ لاکھوں سال کی ہونی چاہیے حالانکہ اتنی عمر کا ہونا صریح عقل و نقل کے خلاف ہے پس مراد اس حدیث میں نبی کریم ہی ہیں دوسرے انبیاء نہیں کوئی کم

علمی سے یہ نہ کہدے کہ یہ حدیث ضعیف ہی یہ حدیث ضعیف نہیں ہے نواب صدیق حسن خان صاحب نے حجج الکرامہ صفحہ ۴۲۸ میں متن حدیث کو نقل کرکے لکھا ہے رِجَالُهٗ ثِقَاتٌ وَلَهٗ طُرُقٌ کہ اس حدیث کے راوی ثقہ اور معتبر ہیں اور کئی طریقوں سے یہ حدیث بیان ہوئی ہے پھر اسی طرح فرمایا لا نورث ما ترکنا صدقۃ کہ انبیاء کا وارث کوئی نہیں ہوتا اور انکا ترکہ صدقہ شمار ہوتا ہے یہ حدیث بھی عموم پر دلالت کرتی تھی لیکن اسکی تفسیر حضرت عائشہ نے یعنی یُرِیْدُ بِذَالِكَ نَفْسَهٗ کی ہے (بخاری مطبوعہ مصر جلد ۵ صفحہ ۱۰) کہ اس جمع کے صیغہ مراد نبی کریم ہی ہیں۔ پس ایسی احادیث نبی کریم کے وجود باجود ہی سے مخصوص ہیں۔

سوم۔ اگر اس حدیث کو عام بھی لے لیں تو یہ ان انبیاء کے متعلق ہو سکتی ہے جو آپ سے پہلے گذر چکے ہیں جیسے کہ لفظ مَا قُبِضَ جو صیغہ ماضی منفی کا ہے دلالت کرتا ہے اور جو بعد آنے والا نبی ہے اسکے متعلق آپ نے یہ شرط نہیں لگائی جیسا کہ حدیث اُعْطِيتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ اَحَدٌ مِّنَ الْاَنْبِيَاءِ قَبْلِيْ سے یہ بات ثابت نہیں ہو سکتی کہ جو آپ کے بعد نبی آئے گا اسکو بھی نہیں دیجائیں گی۔

پس جب حدیث مَا قُبِضَ اللّٰهُ نَبِيًّا میں ماضی کا صیغہ استعمال کیا ہے تو آئندہ آنیوالے نبی کے متعلق یہ حکم صادر نہیں کیا جا سکتا کہ وہ بھی وہیں دفن ہو جہاں فوت ہو کیونکہ آئندہ آنے والے نبی کے لئے یہ حدیث نص نہیں بن سکتی۔

چہارم اگر اس حدیث کو تسلیم کیا جائے اور اسے اپنے عموم پر چھوڑا جائے تو اس سے وہ انبیاء مراد ہو سکتے ہیں جنہوں نے کسی جگہ دفن ہونیکے لیے وصیت نہ کی ہو اگر کسی نے وصیت کی ہو تو اسکو اسی جگہ دفن کیا جائے گا جہاں کہ اس نے دفن ہونیکی وصیت کی ہو جیسا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو انکی وصیت کے مطابق مصر سے لاکر کنعان میں دفن کیا گیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کو بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مصر سے لاکر کنعان میں دفن کیا جیسا کہ بحر الرائق صفحہ ۲۱ میں لکھا ہے۔

وَمَعَ هٰذَا اِذَا نُقِلَ مِيْلًا اَوْ مِيْلَيْنِ اَوْ نَحْوُ ذَالِكَ فَلَا بَأْسَ وَاِنْ نُقِلَ مِنْ بَلَدٍ اِلٰى بَلَدٍ فَلَا اِثْمَ فِيْهِ لِاَنَّهٗ رُوِيَ اَنَّ يَعْقُوْبَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَاتَ بِمِصْرَ فَحُمِلَ اِلٰى اَرْضِ الشَّامِ وَمُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ حَمَلَ تَابُوْتَ يُوْسُفَ

عَلَیْہِ السَّلَامُ بَعْدَ مَا اَتیٰ عَلَیْہِ زَمَانٌ لِیَکُوْنَ عِظَامُہٗ مَعَ عِظَامِ اٰبَائِہٖ" اسبات میں کوئی حرج اور گناہ نہیں ہے کہ میت کو ایک میل یا دو میل یا ایک شہر سے دوسرے شہر میں دفن کرنے کے لیے لیجایا جائے جیسے مروی ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے مصر میں وفات پائی تھی اور آپ کو وہاں سے شام میں لاکر دفن کیا گیا تھا اور اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک مدت گزرنے کے بعد حضرت یوسف کے تابوت کو مصر سے شام کی زمین میں لائے تاکہ انکی ہڈیاں آپ کے آباء واجداد کی ہڈیوں کے ساتھ ملجائیں۔ اگر نبی وہیں مرتا ہے جہاں وہ اپنے دفن ہونے کو پسند کرتا ہے تو کیوں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایسا کیا۔

وصیت حضرت یعقوب علیہ السلام

جو شخص ہر دو مذکور انبیاء کی وصیت دیکھنا چاہے وہ آیۃ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون کے ماتحت کتاب پیدائش باب ۵۰ کو غور سے پڑھ لے۔ یوسف نے فرعون کے گھرانے سے کہا کہ اگر میں نے تمھاری نظروں میں منظوری پائی ہو۔ تو فرعون کے کانوں میں کہہ دیجئے۔ کہ میرے باپ نے یہ مجھ سے قسم لے کے کہا ہے۔ کہ دیکھ میں مرتا ہوں تو مجھکو میری گور میں جو میں نے کنعان کی زمین میں اپنے لیے کھودی ہے۔ گاڑیو۔ سو اس لیے مجھے رخصت دیجئے۔ کہ جاؤں اور اپنے باپ کو گاڑوں اور میں پھر آؤں گا فرعون نے کہا کہ جا اور اپنے باپ کو جیسے کہ اُس نے تجھ سے قسم لی ہے گاڑیو سو یوسف اپنے باپ کو گاڑنے گیا۔۔۔۔۔۔ اس کے بیٹے اُسے کنعان کی زمین میں لے گئے۔ اور اُسے مکفیلہ کے کھیت کے مغارے میں جسے ابرہام نے گورستان کی ملکیت کے لیے عفرون حتی سے ممرے کے مقابل مول لیا تھا گاڑا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی وصیت

ملاحظہ ہو پیدائش ۵۰/۲۴ تا ۲۶ اور یوسف نے اپنے بھائیوں سے کہا میں مرتا ہوں اور خدا یقیناً تم کو یاد کریگا۔ اور تم کو اس زمین سے ! ہر اس زمین میں جسکی بابت اُسنے ابرہام اور اضحاق اور یعقوب سے قسم کی ہے لے جاویگا اور یوسف نے بنی اسرائیل سے قسم لیکے کہا۔ خدا تم کو یقیناً یاد کریگا اور تم میری ہڈیوں کو یہاں سے لیجائیو۔ سو یوسف ایکسو دس برس کا بوڑھا ہو کے مرگیا۔ اور انھوں نے اسمیں خوشبو بھری اور اسے مصر میں صندوق میں رکھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وصیت

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب الوصیت صفحہ ۱۶ میں اپنا ایک کشف لکھا ہے فرماتے ہیں پھر مجھے ایک قبر دکھلائی گئی کہ وہ چاندی سے زیادہ چمکتی تھی اور اسکی تمام مٹی چاندی کی تھی تب مجھے کہا گیا کہ یہ تیری قبر ہے اور ایک جگہ مجھے دکھلائی گئی اور اسکا نام بہشتی مقبرہ رکھا گیا۔ پس آپ کا لاہور سے قادیان لایا جانا آپ کے الہامات کے مطابق تھا اور آپ کا مدفن قادیان ہی ہونا چاہیے۔

الغرض کسی نبی کا اپنے مدفن کو معین کرنے کے بعد اُسمیں دفن کیا جانا اُسکی نبوۃ کے منافی نہیں ہے اور نہ ہی اُنکی عدم نبوت پر دلیل ہے اگر ہے تو معترضین قبل اسکے کہ وہ حدیث سے ابطال نبوۃ مسیح موعود علیہ السلام پر استدلال کریں اُنپر لازم ہے کہ وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی نبوۃ سے دست بردار ہونے کا اپنے اخباروں میں اعلان کردیں۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ +

(جلال الدین شمس مولوی فاضل (سیکھوانی))

اسلام کے متعلق ایک انگریز کی رائے

دین اسلام بندگان خدا پر عرض کیا گیا مگر کبھی اُن سے جبراً قبول نہیں کرایا گیا اور جس شخص نے اس دین کو بطیب خاطر قبول کرلیا اُسکو وہی حقوق بخشے گئے جو قوم فاتح کے تھے اور اس دین نے مغلوب قوموں کو اُن شرائط سے بری کردیا جو ابتدائے خلقت عالم سے پیغمبر اسلام کے زمانہ تک ہر ایک فاتح نے مفتوحین پر قائم کیے تھے۔ قوانین اسلام کے موافق ہر قسم کی مذہبی آزادی دیگر مذہب والوں کو بخشی گئی۔ جو سلطنت اسلام کے مطیع و محکوم تھے لَاۤ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (دین میں جبر نہیں ہے) دلیل بین اور برہان قاطع اس دعوے کی ہے اسلام میں اور غیر مذاہب والوں کو مذہبی آزادی بخشنے اور انکو ساتھ نیکی کرنیکا حکم ہے۔ یہ آیت کسی بے قابو مجذوب کی بڑ نہیں ہے۔ نہ کسی حکیم فلسفی کا خیال خام ہے بلکہ یہ اُس شخص کا قول ہے جو اسی سلطنت کا بادشاہ تھا۔ جو اتنی قدرت رکھتی تھی اور جس کا انتظام ایسا عمدہ تھا کہ جیسے اصول کو چاہتی نافذ کرسکتی تھی۔ دین میں اور سیاست مُدن میں بھی کئی ایک شخصوں اور فرقوں نے مذہبی آزادی بخشنے کی ترغیب دی ہے۔ مگر اُسکے عملدرآمد کی تاکید صرف اُسوقت کیا ہے جب تک وہ خود بیقابو اور کمزور رہے ہیں لیکن شارع اسلام نے مذہبی آزادی کی صرف ترغیب ہی نہیں دی بلکہ اُسکو احکام شریعت میں داخل کردیا ہے الخ (تاریخ آئین سلطنت انگلشیہ مصنفہ مورخ مسٹر مالم صاحب)

سید ہو کر مرزائی

ہارون۔ سید نسل کے ممبروں کے واسطے یہی کیا کم ہے کہ وہ اپنے آباء کے طرز و انداز مذہب و مشرب سے جداگانہ رفتار رکھتے ہوں... سیادت کے ساتھ مرجی سُنیت ہیں اور مع ذالک مرزائیت کی شاخ بھی اپنے ساتھ بڑھالی ہے... ایسی تخیب سادات پر حسرت نہیں بلکہ حیرت ہوتی ہے مگر چونکہ یہ دور دورِ بید الفعالیّ ہے لہٰذا ایسا ممکن ہے کہ موتی کا تناسخ خرمہرہ میں... ~ پدرم روضۂ رضواں بدو گندم بفروخت ناخلف باشم اگر من بجوے نفروشم +

صادق اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ (پ ۲۶ س الحجرع ۲) **ترجمہ** اے لوگو تحقیق ہمنے پیدا کیا تمکو ایک مرد اور عورت سے اور بنایا ہمنے تمکو کنبے اور قبیلے تا کہ ایکدوسرے کو پہچانو تحقیق بڑا معزز تم میں سے وہ ہی نزدیک اللہ کے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ تحقیق اللہ جاننے والا خبردار ہے۔ جناب امام محمد باقرؑ سے منقول ہے کہ آپ نے جابر جعفی سے فرمایا۔ بتحقیق خدا تعالیٰ کی رشتہ داری و قرابت کسی کے ساتھ نہیں سب سے زیادہ خدا کا دوست وہ ہے جو سب سے زیادہ... پرہیزگار ہو.. جو خدا کا فرمانبردار اور مطیع ہو وہ ہمارا بھی دوست ہے اور جو اسکی نافرمانی کرے ہمارا دشمن ہے (عین الحیات مجلسی اردو مطبوعہ لاہور ص۳۲۳) حضرت امام زین العابدینؓ نے فرمایا ہے کہ بہشت تو واسطے متقی کے ہے اگرچہ غلام حبشی ہو اور دوزخ واسطے گناہگار کے ہو اگرچہ سید قریشی ہو (تفسیر عمدۃ البیان اردو مطبوعہ دہلی زیر آیۃ فَلَا أَنسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ ص۲۳۰) **کلینی** نے بسند صحیح حضرت امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اللہ نے اپنی دختر عم یعنی ضباعہ دختر زبیر بن عبد المطلب کو مقداد بن اسود سے تزویج کیا اور فرمایا کہ میں نے ضباعہ کو مقداد کے ساتھ اسلیئے تزویج کیا ہے کہ حسب و نسب کی رعایت نکاح کرنے میں جو مروج ہے وہ اٹھ جائے پس تم لوگ بھی رسول خدا کی سنتہ کی پیروی کرو اور آگاہ ہو کہ خدا کے نزدیک بہت مرتبہ زیادہ اسی شخص گرامی کا ہے جو کہ سب سے زیادہ پرہیزگار ہے (ترجمہ حیات القلوب جلد ۲ حصہ ۲ صفحہ ۱۵۱/۱۵۲) اسی کتاب کے صفحہ ۱۰۱۰ میں لکھا ہے۔" حضرت رسول یہ سنکر بالائے

منبر تشریف لے گئے اور خطبہ پڑھنے کے بعد فرمایا بتحقیق کہ حضرت آدمؑ کے زمانہ سے اسوقت تک تمام لوگ
کنگھی کے دندانوں کی مانند ہیں اور عرب کو عجم پر کوئی فضیلت ہے نہ گورہ کو کالے پر مگر تقویٰ و پرہیزگاری
کے سبب مسلمان وہ ہی ہے جو آخر نہیں ہوتا اور وہ خزانہ ہے جو تمام نہیں ہوتا مسلمان ہم اہل بیت سے
ہے امام رضاؑ سے روایت ہے کہ حسن الوشا کو فرمایا تھا ابن نوح کا ذکر کرتے ہوئے کذا من کان
منا ولم یطع الله فلیس منا وانت اذا اطعت الله فانت منا اهل البيت یعنی جو شخص
جو کوئی خدا کا فرمانبردار نہ ہو خواہ وہ ہم میں سے ہو لیکن وہ ہم میں سے نہیں اور تو بھی اگر خدا کا فرمان
بردار ہو تو تو اہل بیت میں سے ہے (منقول از دلیل العرفان ص۱۵۰-۱۵۴) پس ہم سادات
کو لازم ہے کہ صرف قومی و نسلی دخونی و جسمی سیادت پر ناز نہ کریں بلکہ تقویٰ و طہارۃ باطنی کو معیار
کرامت عند اللہ قرار دیں- اسی رسالہ اصلاح میں مضمون زیر بحث درج ہے ص۳۵ پر لکھا ہے۔
"جس وقت سے حر اکر شریک لشکر امام ہوا تھا اُسی وقت سے وہ گویا بنی ہاشم بلکہ بنی فاطمہ میں شامل
ہو گیا تھا خواہ وہ کسی قبیلہ کا تھا"
آبا کے طرز و انداز مذہب و مشرب کی پیروی کے متعلق قرآن کریم کا ارشاد سنیے ولکن الذین
کفروا یفترون علی الله الکذب واکثرهم لا یعقلون ہ واذا قیل لهم تعالوا الی
ما انزل الله والی الرسول قالوا حسبنا ما وجدنا علیه اٰبائنا اولو کان اٰباؤهم لا
یعلمون شیئا ولا یهتدون (المائدہ) ترجمہ ولیکن جو کافر ہے باندھتے ہیں اللہ
پر جھوٹ اور بہتان کے نہیں سمجھتے اور جب کہا جاتا ہے انکو اُدھر طرف اسکے جو اُتارا اللہ نے اور طرف
رسول کے کہتے ہیں کافی ہے ہمکو وہ کہ پایا ہمنے جسپر اپنے باپ دادونکو اگرچہ ہوں انکے باپ دادے
نہ جانتے کچھ اور نہ ہدایت پاتے + پھر ارشاد ہے فبشر عبادی الذین یستمعون القول
فیتبعون احسنه اولئك الذین هدٰهم الله و اولئك هم اولوا الالباب-
(سورۃ الزمر) ترجمہ پس خوشخبری دے میرے بندوں کو وہ جو سنتے ہیں بات کو پھر پیروی کرتے
ہیں اُس کے بہتر کی یہ لوگ ہیں کہ جنکو ہدایت کی اللہ نے اور یہ لوگ وہی ہیں نوی عقل-
چونکہ سادات کا پہلا فرض ہے کہ وہ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کے حقیقی متبع بنیں
اسلیے لازم ہے کہ وہ صرف مدعی سنیت ہی نہیں بلکہ فی الحقیقت اہل السنتہ ہوں-

ملا خلیل قزوینی شیعی شارح اصول کافی کو ایک موقعہ پر اس ضرورت کا احساس ہوا ہے اسلئے آپ نے فخریہ لکھا ہے۔ "واہل سنة درحقیقت شیعہ دوازدہ امام اند" (صافی شرح کافی کتاب العقل صہ ۱۵۱) رہی مرزائیت جو صحیح لفظوں میں احمدیت ہے کوئی نیا دین نئی شریعت نہیں۔ وہی قدیم اور مصفا محمدی شریعت ہے پس سادات کو اس سے اجتناب و احتراز کی تحریک متعصبانہ ثقاہت اور کرشمہ جہالت ہے۔ مرزائیت کے ذکر سے اگر مغل قوم کی تحقیر مراد ہے تو یہ بےعلمی اور بےعقلی کا فساد ہے۔ کیونکہ تاریخ شہادت دیتی ہے کہ یہ قوم یافث بن نوح علیہ السلام کی اولاد ہے اور تفسیر صافی سورہ کہف ص۱۰ میں لکھا ہے "وفی العلل عن الہادی جمیع الترک والثقالبة ویاجوج وماجوج والصین من یافث" یعنی علل میں امام الہادی سے مروی ہے کہ ترک و اہل ثقالبہ و یاجوج و ماجوج اور چینی لوگ یافث کی اولاد سے ہیں۔ پس عیاں ہے کہ مغل بھی نبی زادے ہیں۔ اور امامنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام تو مطابق الہام فارسی الاصل ہونے کے علاوہ بنی فاطمہ میں بھی داخل ہیں کیونکہ آپ کی بعض جدات خاندانی روایات کے مطابق سیدانیاں تھیں اور آپکو ایک مشہور خاندان سادات کی دامادی کا بھی شرف حاصل ہے اور محب اہل بیت ہونیکی شہادت میں آپکا یہ شعر کافی ہے ؎

جان و دلم فدائے جمالِ محمدؐ است خاکم نثارِ کوچۂ آلِ محمدؐ است

قرآن کریم کا ارشاد ہے وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (الرعد) ہر قوم کے لیے ہادی آیا ہے پس ضروری ہے کہ آنحضرت سے پہلے قوم مغل میں بھی کوئی ہادی آیا ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت کے لیے خداوند تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے وَمَن يُطِعِ الرَّسُولَ فَأُولٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ الخ (سورة النساء) جسکا مطلب یہ ہے کہ تمام اقوام عالم پر الٰہی نعمتوں کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور منعم علیہم کون لوگ ہیں نبی۔ صدیق۔ شہید اور صالح۔ آیت مذکورہ کے عموم میں قوم مغل بھی داخل ہے مستثنیٰ نہیں۔ پس اس قوم کی تحقیر کی کوئی وجہ شرعی اور عقلی موجود نہیں۔ دراصل معترضین کی یہ نکتہ چینی ان یہودیوں کی مماثلت کی وجہ سے ہے جنھوں نے سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب پر کمربستہ ہو کر نَحْنُ أَبْنَاءُ اللّٰهِ وَأَحِبَّاؤُهُ کا (المائدہ) اور ان کا کہنا تھا یعنی ہم خدا کے بیٹے اور

اُسکے دوست ہیں اس مدعی نبوت کی ہمارے مقابلہ میں کچھ حقیقت نہیں۔ چونکہ حدیث نبوی میں خبر دی گئی ہے کہ امت محمدی اخیر زمانہ میں قوم یہود کی مشابہ اور مثیل بنجائے گی اسلیے ضرور تھا کہ مسیح محمدی کے ظہور کے وقت اُمت محمدی کے بعض افراد یہود کی طرح محض ابناء اللہ واحباءہ کے نعرے لگائیں۔ اس ضرورت کو ممتاز الافاضل اور ان کے اقران اور اماثل نے پورا کر دکھایا مگر ایسی سطحی نکتہ چینیاں محض بیہودہ ہیں۔ اخرج یا مولانا اخرج یا مولانا کی صدائیں لگانیوالی اور عجل اللہ ظہورہ وغیرہ دعائیں مانگنے والی صدیوں کی منتظر قوم کا فرض تھا کہ مہدی موعود کے دعوے کو سنکر کم سے کم اس دعوی کی تحقیقات کی طرف ٹھنڈے دل سے متوجہ ہو جاتی مگر بدقسمتی سے اُسنے خیالی ڈھکوسلوں اور خود تراشیدہ اصولوں کو سنۃ اللہ پر ترجیح دیکر حق کی مخالفت اور مامور من اللہ کی تکذیب پر کمر باندھی۔ سچ ہے أَفَكُلَّمَا جَاءَكُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَىٰ أَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَ ۝ سورہ بقرہ ع ۱۱ - پس کیا جب کبھی لایا تمہارے پاس کوئی رسول وہ چیز جو نہیں چاہتے تھے تمہارے جی تو تکبر کیا تم نے پس ایک فریق کو جھٹلایا اور ایک فریق کو قتل کرتے ہو۔ دنیا میں جب کوئی رسول آتا ہے تو ایک فریق اُسکی تکذیب پر کمربستہ ہو کر استہزاء کا طریق اختیار کرتا ہے۔ مولوی ہارون صاحب! آپنے بھی وہی طریق پسند کیا اور مامور من اللہ اور اُسپر ایمان لانیوالوں کی تحقیر میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا۔ انجام وہی ہوگا جو ہوا کرتا ہے یعنی وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ۔ اگر آپ سمجھ سے کام لیتے تو کچھ دقت پیش نہ آتی اور شوخی کی آپ کو جرأت نہ ہوتی۔ شیعہ مذہب کے مطابق امام جعفر صادق رض نے علم نجوم کی وجہ سے ہند کے ایک برہمن خاندان کو اپنے خاندان سے تشبیہ دی ہے ملاحظہ ہو کافی کتاب الروضہ اور غایت المقصود حائری ص۱۱ میں مہدی موعود کا لقب فرزند سید خلائق کشن بزرگوار تسلیم کیا ہے اور اسی کتاب کے ص۱۰-۱۱ میں نبی آخر الزمان کے برہگتر وصی کا لقب بشن مانا ہے اور مہدی موعود کا لقب خلیفہ رام نقل کیا ہے ظاہر ہے کہ رام کے خلیفہ پر ہنومان جی کا اطلاق ہو سکتا ہے پس آپنے حضرت مسیح موعود مہدی مسعود مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی شان میں جو ہنومان جی کا لفظ لکھا ہے یہ شیعہ مسلمات کی بنا پر مومنوں کی نظر میں وجہ تحقیر نہیں ہو سکتا آپ کی خوش فہمی کے ہم ذمہ وار نہیں۔ ضرورت زمانہ اور سنۃ اللہ پر آپ نظر ڈالتے تو یہی

تو بھی عقدہ حل ہو سکتا تھا۔ دیکھیے شیعوں کے اعتقاد کے مطابق ابتدائے آفرینش عالم سے کوئی نہ کوئی نبی یا وصی ہدایت خلق کے لیے ہمیشہ اور مسلسل خدا کی طرف سے مامور ہو کر آتا رہا ہے اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ائمہ کا سلسلہ جاری رہا مگر ایک ہزار برس کا زمانہ گزرتا ہے کہ پہلے زمانہ کی طرح کوئی ہادی مزکی نبی یا وصی اصلاح خلق میں کوشش کرتا ہوا نظر نہیں آتا۔ دنیا پکار اٹھی ہے کہ لاریب قد فسد الزمان لیکن دارالامان قادیان کے سوائے کسی جگہ سے یہ آواز نہیں آتی کہ منہم امام الزمان۔ حالانکہ امامت انتظام امت کے لیے ہے جیسا کہ نہج البلاغہ میں مرقوم ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایسی نجیب سادات پر حسرت نہیں بلکہ حیرت ہوتی ہے میں کہتا ہوں کہ آپ کے حصہ میں حسرت کا آنا بیجا نہیں۔ قرآنی شہادت ہے کذالک یریہم اللہ اعمالہم حسرات علیہم سورہ بقرہ۔ وجہ بھی بیان کی ہے یحسرۃ علی العباد ما یاتیہم من رسول الا کانوا بہ یستہزءون۔ اور آپ کی حیرت بھی بجائے خود ہے قرآن مجید اسکی کیفیت یوں بیان فرماتا ہے کالذی استہوتہ الشیاطین فی الارض حیران۔ (الانعام) یہیں سے تبدل کیے امیر بروں کے لیے آپ کا وہ قول کہ یہ دور دور انقلابی ہے لہٰذا ایسا ممکن ہے کہ موتی کا تناسخ خرمہرہ میں زمرد و یاقوت کا تناسخ سنگ رخام میں انسان کا تناسخ چھچھوندر یا جعل میں ہو جائے بالکل درست ہے اور آپ کا پیش کیا ہوا یہ شعر کہ ؎ پدرم روضۂ رضواں بدو گندم بفروخت ناخلف باشم اگر من بجوے نفروشم۔ ضرور آپ کے حسب حال ہے۔ چند مثالیں آپکی تائید میں بھی پیش کیے دیتا ہوں۔

(۱) امیر معاویہ اور یزید کا یہ مذہب تھا کہ اہل حل وعقد اگر کسی نااہل کو خلیفہ منتخب کر لیں تو وہ خلیفہ برطرف نہیں ہو سکتا انتخاب کی کارروائی دوبارہ ہونی چاہیے چنانچہ امیر معاویہ کے خط مندرجہ شرح میثم مطبوعہ طہران جزو اسے یہ بات ظاہر ہے اور وہ یہ ہے "اما بعد فلعمری لو بایعک القوم الذین بایعوک وانت بری من دم عثمان کنت کابی بکر و عمر و عثمان ولکنک اغریت لعثمان وخذلت عنہ الانصار فاطاعک الجاہل وقوی بک الضعیف وقد ابی اہل الشام الا قتالک حتی تدفع الیہم قتلۃ عثمان فان فعلت کانت شوریٰ بین المسلمین۔ اسکے جواب میں امیر علیہ السلام فرماتے ہیں "وہ بیعت جو مجھ سے

کی گئی ایک بیعت ہی اسمیں دوبارہ نظر کی گنجائش نہیں نہ اسمیں از سر تو اختیار حاصل ہو سکتا ہے اس سے خروج کرنیوالا اسپر طعنہ زنی کرنیوالا ہے اور اسمیں تفکر کو دخل دینے والا مداہن ومنافق ہے فرمان جناب امیر بنام امیر معاویہ۔ نہج البلاغہ اردو صہ ۳۹۰۔ ۳۹۱ ہ تو نے سوال کیا ہے کہ میں قاتلان عثمان کو تیرے پاس بھیجدوں میں نے اس امر میں بہت کچھ نظر و دوڑائی مگر مجھے نظر نہ آیا کہ انھیں تیرے یا تیرے غیر کے پاس بھیجدینا میرے امکان میں ہے۔ نہج البلاغہ صہ ۳۸۲ - ۳۸۳ قسم خدا کی میں نے محاصرہ کو اس سے دفع کیا (یعنی حضرت عثمان سے۔ ناقل) نہج البلاغہ اردو صہ ۳۷۱ ہماری حالتیں یکساں ہیں مگر وہ ابتدا یہ ہوئی کہ خون عثمان میں اختلاف پیدا ہو گیا حالانکہ ہم اس سے بری تھے (نہج البلاغہ اردو صہ ۴۶۷)۔

اب شیعہ جو سیادت کے مدعی ہیں کیا جناب امیر کے مذہب کو چھوڑ کر معاویہ و یزید کے مذہب پر نہیں چل رہے؟ بلکہ ان سے دو قدم آگے نہیں بڑھ چلے کیونکہ وہ اجماع اہل حل و عقد کو بالکل ہی بیکار سمجھتے اور اسپر پھبتیاں اڑاتے ہیں حالانکہ جناب امیر نے اپنے پہلے خط میں لکھا تھا انما الشوری للمهاجرین والانصار الی قوله ذالک

(۲) قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ازواجه امهاتهم اور جناب امیر نے جنگ جمل کے بعد ام المومنین حضرت عائشہ رض کے حق میں فرمایا ولها بعد حرمتها الاولى والحساب على الله یعنی حضرت عائشہ رض کا ادب و احترام بعد ازیں پہلے کی طرح کیا جائے گا اور حساب اللہ کے سپرد ہے مگر شیعہ جناب امیر کے ارشاد کے خلاف ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رض کی شان میں گستاخی و بے ادبی کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے ہیں۔

(۳) کتاب من لا یحضرہ الفقیہ میں مصنف نے فصول اذان کا ذکر کر کے لکھا ہے کہ مفوضہ لعنہم اللہ نے اذان میں اشهد ان علیا ولی الله اور اشهد ان علیا امیر المومنین حقاً بڑھا دئیے ہیں۔ کس قدر حیرت انگیز بات ہے کہ سیادت کے مدعی شیعہ آباء کرام کے طرز و طریق مذہب و مشرب کو چھوڑ کر مفوضہ کی تقلید کرتے چلے آتے ہیں۔

(۴) عشرہ محرم میں جو تعزیہ داری علم برداری تابوت و دلدل وغیرہ وغیرہ کی رسمیں بڑھے

جوش و خروش کے ساتھ انجام دی جاتی ہیں۔ انکا ائمہ اطہار کے قول و فعل سے کہیں پتہ نہیں چلتا۔ مورخوں نے معز الدولہ دیلمی کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ۳۵۲ھ میں سب سے پہلے اسی نے محرم کی دسویں تاریخ شہادت امام حسین علیہ السلام کی یادگار میں مقرر کی اور جبراً لوگوں کو حکم دیا کہ ماتم برپا کریں اور گریہ و زاری کریں سیاہ لباس پہنیں کاروبار ترک کر دیں اور دوکانیں مقفل کر دی جائیں اور عورتیں سر کے بال کھولکر نکلیں اور ماتم کریں۔ تاریخ اسلام اردو مطبوعہ حمیدیہ پریس لاہور صفحہ ۲۳۴۔ اور ہادی التواریخ مولوی محمد باقر دہلوی مطبوعہ مطبع یوسفی دہلی کے صفحہ ۱۴۷ میں بہ ضمن حالات امیر تیمور لکھا ہے کہ "یہ بادشاہ حقیقت میں مذہب حقہ امامیہ رکھتا تھا گو کہ بظاہر ملقب بہ شیعہ نہیں تھا رسم نقل ضریح مقدسہ جناب سید الشہداء ہند میں اسی کے عہد سے ہے" تعجب ہے کہ ہندی شیعوں میں سے جو سیادت کے مدعی ہیں وہ ایکطرف تو مرزائیت کی تکفیر کرتے ہیں اور دوسری طرف مرزا دبیر کے کلام کو عملاً قرآن شریف پر ترجیح دیتے اور مرزا تیمور لنگ کی ایجاد کردہ رسم نقل ضریح یعنی تعزیہ داری کو شیعیت کی جان اور دین و ایمان سمجھتے ہیں پس سید نسل کہلانے والوں کے واسطے یہی کیا کم ہے کہ وہ اپنے آباء کے طرز و انداز مذہب و مشرب سے جداگانہ رفتار رکھتے ہوں ؎

غور طلب دنیا میں جتنے حمل اسقاط ہوتے ہیں۔ جتنے چھوٹے بچے تھوڑی عمر کے ہوتے ہیں جتنے بیمار مارے جاتے ہیں۔ وہ سب کے سب براہمن کی عورت کی بددعا سے ہی مرتے ہیں (اتھروید ۵-۱۷-۷) ترجمہ پنڈت اکھلانند)۔ ویدکو ایشوری گیان بتلانے والو! بتلاؤ۔ کیا تمھاری عقل اور مذہب محولہ بالا وید منتر کے مضمون کے صحیح ہونے کا فتویٰ دیتی ہے؟ ہاں ذرا انصاف کو مدنظر رکھتے ہوئے بتلانا۔

دوسرا منتر "جو کنیا (لڑکی) پہلے خاوند کو حاصل ہو کر۔ اسکے مرنے پر دوسرے خاوند کو حاصل کرتی ہے۔ اگر وہ دونو اج پنچ اودن کا ہوم کریں تو پھر جدائی نہیں ہوگی (اتھروید) ترجمہ پنڈت اکھلانند) نکاح ثانی یا نیوگ دیکھ پھر مضحکہ اڑانے والے ہندو دوست فرور بالضرور اس وید منتر کے مضمون پر غور کریں ؎

(مفضل حسین احمدی مہاجر دارالامان)

حل الاشکال کا جواب

دعوتی جلسہ میں گورنر جنرل صاحب نے ایک اور سوال پادری صاحب سے کیا جو یہ ہے "پادری صاحب! آپ مسیحی لوگ کہا کرتے ہیں کہ یسوع خدا کا بیٹا ہے خدا ایک ہے نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ اس سے کچھ پیدا ہوتا ہے"۔ پادری صاحب نے جواب دیا۔ گورنر جنرل صاحب میں آپ کی ترکی زبان میں اپنا عندیہ بیان نہیں کر سکتا۔ مختصر طور پر الفاظ لا کر آپ کو سمجھانا چاہتا ہوں کیونکہ آپ کی زبان میں ایسے الفاظ نہیں جن کے ذریعہ مفصل طور پر میں آپ کو سمجھا سکوں جس طرح سے خدا تعالیٰ جب اپنی مرضی انسان پر ظاہر کرنا چاہتا ہے تو انہیں کے الفاظ سے انکو سمجھاتا ہے تاکہ وہ سمجھ سکیں چنانچہ خدا نے جب حضرت عیسیٰ کو اپنا بیٹا کہا تو اس سے یہ مراد نہیں کہ خدا نے اُسے جنا یا وہ اسکے نطفہ سے پیدا ہوا جیسا کہ ہم اور آپ پیدا ہوتے ہیں بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ وہ خدا کا مظہر اور اُس کا عین عکس ہے اتنے میں کمرہ کے اندر دھوپ آئی اور پادری صاحب نے اپنا ہاتھ سورج کی روشنی میں ڈالکر کہا۔ گورنر صاحب یہ کیا ہے گورنر صاحب نے جواب دیا کہ یہ سورج کی روشنی ہے"

جواب سب سے پہلے ہم مصنف ٹریکٹ سے دریافت کرتے ہیں کہ اگر حضرت مسیح عام انسانی طریق کی طرح خدا کے بیٹے نہیں ہیں اور کہیں سے یہ مراد نہیں کہ مسیح خدا کے نطفہ سے پیدا ہو۔ تو پھر دیگر ابنائے الٰہی اور مسیح میں کیا فرق ہے۔ بائبل جاننے والوں پر یہ امر روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ کتاب مقدس میں خدا کے بیٹے بیٹیوں کی کوئی کمی نہیں۔ ذیل کے حوالجات ملاحظہ ہوں +

آدم علیہ السلام خدا کے بیٹے	لوقا ۳/۳۸	تمام نوری خدا کے بیٹے	ایوب ۱/۶
شیث ,, ,,	پیدائش ۶/۲	سب ایماندار ,, ,,	ایوب ۳۸/۷
اسرائیل ,, ,,	خروج ۴/۲۲	سب یتیم ,, ,,	زبور ۶۸/۵
افرائیم ,, ,, پلوٹھا	یرمیاہ ۳۱/۹ و ۲۰	سب خاص و عام ,, ,,	متی ۵/۹ و ۴۵ و ۱۱/۳ پیدائش
ان کے لیے خدا کی انتڑیاں مروڑی گئیں۔		اشراف ,, ,,	پیدائش ۶/۲
داؤد خدا کے بڑے بیٹے۔ زبور ۸۹/۲۶ و ۲۷		بدکار بھی خدا کے بیٹے	یسعیاہ ۳۰/۱
سلیمان ,, ,,	تواریخ ۱/۲۲/۱۰ و ۲۸/۶		
فاسق و فاجر ,, ,,	زبور ۸۲/۶ استثنا ۱۴/۱ و ۳۲/۱۹		

اب ہم ٹریکٹ مذکور کے شائع کرنیوالے سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا وجہ ہے کہ ان تمام ابنائے الٰہی

پر مسیح کو فضیلت ہو جاوے اگر انسانی طریق کے بموجب مسیح خدا کا بیٹا نہیں تو یہ بھی نہیں پھر مسیح کی
خصوصیت کونسی ہوئی کہ جسکی رو سے وہ خدا یا اقنوم ثانی متصور ہو سکتا ہے اور یہ جو کہا کہ
"اس سے یہ مراد ہے کہ وہ (یعنی مسیح) خدا کا مظہر اور اسکا عین عکس ہے" یہ بھی ایک عجیب دلیل
ہے کیونکہ مظہر سے اگر یہ مراد ہو کہ مسیح میں خدا تھا اور کہ اس سے اسکا ظہور ہوا تو معلوم ہونا چاہیے کہ خدا کے
مظہر بہت سے ہیں چنانچہ خروج میں لکھا ہے کہ "اور موسیٰ لوگونکو خیمہ گاہ سے باہر لایا۔ کہ خدا سے ملاوے
اور وہ پہاڑ کے نیچے آ کھڑے ہوئے۔ اور سب کوہ سینا پر زیر و بالا دھواں تھا۔ کیونکہ خداوند شعلہ میں ہو کے
اسپر اُترا۔ اور تنور کا سا دھواں اسپر اُٹھا۔ اور موسیٰ کو خدا نے ایک آواز سے جواب دیا" خروج ۱۹/۱۷ و ۱۹
اب ہم دریافت کرتے ہیں کہ وہ شعلہ جس میں ہو کر خداوند اُترا تھا خدا تھا یا خدا سے جدا کوئی اور شے
تھا۔ حالانکہ خدا اس سے ہی ظاہر ہوا تھا۔ مگر نہیں کہا جا سکتا کہ وہ شعلہ خدا تھا بلکہ صرف یہی کہینگے
کہ خداوند شعلہ میں ہو کر موسیٰ پر اُترا" پس اسی طرح مسیح میں خدا تھا مگر مسیح خدا نہ تھا اور اب یہ امر
کہ خدا کہاں کہاں ہوتا ہے ہم اسکو مفصل بتائے دیتے ہیں اگر مسیح میں خدا تھا تو مسیح خدا نہ تھا بلکہ
مظہر خدا تھا اور اسکے ساتھ ہی آپ یاد رکھیں کہ خدا ہر کہیں ہے کوئی ظہور خاص ہے اور کوئی ظہور
عام۔ یسعیاہ نبی یوں بیان کرتا ہے "قدوس قدوس۔ خداوند رب الافواج ساری زمین خدا کے
جلال سے معمور ہے" یسعیاہ ۶/۳ پھر اسکے ساتھ ہی پولوس کہتا ہے کہ "اے مسیحیو کیا تم نہیں
جانتے کہ تم خدا کے مقدس ہو۔ اور خدا کا روح تم میں بسا ہوا ہے اگر کوئی خدا کے مقدس کو برباد
کریگا خدا اُسکو برباد کرے گا کیونکہ خدا کا مقدس پاک ہے اور وہ تم ہو" ۱ کر ۳/۱۶ مذکورہ
حوالجات سے ظاہر ہوا کہ تمام زمین خدا کے جلال سے معمور ہے اور کہ تمام مسیحی خدا کا مقدس یعنی
دعہ خدا کی ہیکل ہیں۔ اور خدا ان میں رہتا ہے پس اگر مسیح میں خدا تھا اسلیے وہ خدا ہے تو
سارے خدا ہو جاویں گے + اور پادری صاحب نے جو یہ کہا کہ ہم لوگ خدا کو واحد مانتے ہیں یہ یا تو
ناسمجھی سے کہا یا دانستہ تجاہل عارفانہ فرمایا کیونکہ مسیحیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ ذات الٰہی میں تین اقنوم
ہیں۔ ایک سے دوسرا الگ یا ممتاز پوری تین ہستیاں (؟) یا شخصیتیں ملکر ایک واحد خدا بنتی ہیں مگر
اقانیم کو مخلوط نہیں کیا جا سکتا ان میں کوئی کبیر یا صغیر اور مقدم و مؤخر نہیں ہمیشہ یکساں ہیں پھر
نامعلوم تین خدا اور کس طرح کہے جا سکتے ہیں۔

اور یہ جو کہا۔ کہ جسطرح آفتاب کی شعاع اور آفتاب ایک ہیں دو نہیں یہ بالکل غلط کہا۔ جب آپ یہ سوال لکھ رہے تھے تو اسوقت آفتاب کی شعاع آپ کی میز پر تھی مگر آپ نے آفتاب کے ہونیکا یقین کیا اسکو اگر مجازاً آفتاب کہیں تو کہیں مگر حقیقتاً یہ آفتاب نہیں البتہ آفتاب کی ایک صفت ہے اور ظہور ذات ظہور صفات سے ہی ہوا کرتا ہے اور اسکے ساتھ ہی آپکو معلوم ہو کہ کتاب مقدس میں مجازاً بہت سی مخلوق کو خدا کہا گیا ہے یہ بھی انوکھی بات نہیں جو صرف مسیح میں پائی جاتی ہو۔ پس پھر ہمکو نہیں معلوم کہ پادری صاحب نے مسیح یسوع کی کونسی اعجوبہ فضیلت بیان کی۔ اور یہ جو کہدیا کہ سورج ایک ہی ہے مگر وہ آسمان پر رہتا ہے۔ شعاع جسکو ہم دیکھتے ہیں اور کمرہ کے اندر ہے وہ بھی سورج ہی ہے مگر تاہم سورج دو نہیں بلکہ ایک ہی ہے" یہ بھی ایک دھوکا دہ بات ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ سورج میں سے روشنی نکلتی ہے یہ نہیں کہ روشنی میں سے سورج نکلتا ہے۔ آپ یوں سمجھیں کہ لیمپ آپ کے کمرہ کے اندر روشن ہے روشنی اور لیمپ ایک چیز نہیں کیا آپ بجھے ہوئے لیمپ کو ہاتھ میں لیکر لوگوں سے کہہ سکتے ہیں کہ دیکھو روشنی میرے ہاتھ میں ہے مگر کمرہ آپ کا تاریک ہی ہے پس ظاہر ہوا کہ روشنی ایک دوسری چیز ہے اور سبب ایک دوسری شے سورج سے روشنی نکلتی ہے یہ اسکی صفت ہے مگر یہی روشنی سورج نہیں وہ موصوف ہے صفت موصوف ایک نہیں ہو سکتے۔ فقط

حَرَامٌ عَلٰی قَرْیَةٍ اَهْلَكْنٰهَا اَنَّهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ

کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ یہ صرف کفار کے لیے ہے کیونکہ ھلاک کا لفظ نیکوں کے لیے۔ یہ بالکل غلط ہے

فلما وضعت الصحفة بكى عبد الرحمٰن فقلت له یا ابا محمد ما یبكیك قال هلك رسول الله ای مات قال ابن حجر فیه جواز استعمال هذا اللفظ فی الانبیاء وقد استعمله فیهم المنبی فی غیر حدیث قلت وقد قال الله تعالیٰ فی حق یوسف حتی اذا هلك قلتم لن یبعث الله من بعده رسولاً۔

یعنی عبد الرحمٰن نے نبی کریم کے بارہ میں کہا ھلک رسول اللہ۔ نیز آیت میں حضرت یوسف کے لیے یہ لفظ آیا ہے۔

کتاب مجمع الوسائل فی شرح الشمائل للترمذی مطبوعہ مصر صفحہ ۲۴

ممتاز الافاضل شیعی زنگی پوری سے دو دو باتیں

آپ کو یاد ہوگا کہ غالباً سنہ ۱۸ء میں ایکدفعہ میرے پانچ سوالوں کے جواب میں جو تشحیذ میں شائع ہوئے تھے اخبار ذو الفقار لاہور میں خلفاء راشدین کو آیۃ استخلاف کی رو سے خلافت نبوی کا نا اہل ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی نسبت لکھا تھا کہ بھلا ایسے لوگ بھی خلیفہ رسول صلعم ہو سکتے ہیں جنہوں نے آنحضرت صلعم کے کاغذ طلب کرنے پر کہدیا (نعوذ باللہ) یہ شخص غلبہ درد سے ہذیان بک رہا ہے۔ اور اس روایت کا حوالہ بھی بخاری کتاب المرضی سے تحریر فرما دیا تھا جسکو دیکھ کر میں نے بذریعہ اخبار الفضل دوبارہ اس حوالہ کی تصدیق آپ سے چاہی تھی مگر آپ تو مدتوں خاموش رہے البتہ ایڈیٹر صاحب اصلاح نے آپ کی حمایت میں قدم آگے بڑھایا اور ایک بخاری مطبوعہ دہلی کا سنہ طبع مع صفحہ لکھ کر ہمکو ساکت کرنا چاہا چونکہ اس خاص اڈیشن والی بخاری میرے پاس نہ تھی میں نے بھائی اکمل صاحب کو تاکیداً قادیان میں لکھا کہ اگر یہ بخاری وہاں کے کتب خانہ میں ہو تو اس حوالہ کی تطبیق کر کے مطلع فرمائیں۔ انھوں نے بعنوان "شیعہ نے حوالہ غلط دیا" ایک نوٹ لکھ کر اصلاح کی بھی غلطی کا اظہار کر دیا اور پھر دو ایک دفعہ اصلاح اور تشحیذ میں اس حوالہ کی بابت خاصی رد و کد شائع ہوتی رہی۔ لیکن آخر حق غالب آیا۔ اور چار و ناچار آپکو اپنی غلطی کا اعتراف کرنا پڑا۔ چنانچہ ستمبر سنہ ۲۰ء کے تشحیذ میں بھائی اکمل صاحب سلمہ اللہ نے جمادی الآخر ۱۳۳۹ھ کے اصلاح کے حوالہ سے آپ کے اعتراف کو بدیں الفاظ لکھا ہے :-

---

"یہ ارشاد کہ بخاری میں ان الرجل لیھجر نہیں ہے اگرچہ ایک حد تک درست ہے لیکن"۔ اگر جناب پہلے ہی سوچ سمجھ کر اور دیکھ بھال کر حوالہ دیتے یا جب آپکو متنبہ کیا گیا تھا تو اسوقت فوراً اپنی غلطی کا اعتراف کر لیتے جو کہ عین شیوہ مومنین ہے تو نہ یوں آپ کی فضیلت اور دیانت کی قلعی کھلتی اور نہ بیچارہ اڈیٹر صاحب اصلاح کا فضیحت ہوتا جس نے بخاری کی ورق گردانی سے تنگ آکر آخر ادھر ادھر کی کتابوں مثل نبراس وغیرہ میں جا کر پناہ لی۔ اور پھر آپ نے خاص بخاری میں قول مذکور کے نہ ہونیکا اعتراف کیا ہے لیکن صاف الفاظ میں نہیں کیا۔ اسکی کیا وجہ ہے؟

کیا سچ مچ یہ قول حضرت عمرؓ کا بخاری میں نہیں اور آپ نے محض دھوکا دینے کے لئے بخاری کا حوالہ
مفصل لکھ دیا تھا تو پھر کیا دوسری کتب احادیث یعنی مسلم۔ ابو داؤد۔ ترمذی۔ موطا۔ ابن ماجہ
کے اندر موجود ہے؟ اگر معلوم ہے تو اس کا اعلان فرمائیے۔ اگر نہیں معلوم تو لیجئے میں آپکو
آپ کے دوسرے شیعہ محققین و متکلمین کا پتا بتلا دیتا ہوں جنہوں نے بخاری اور دوسری کتب
کا ذکر کر کے حضرت فاروقؓ پر اس بہتان کو بڑے وثوق اور بڑے زور شور سے باندھا ہے
کیا شیعہ آپ سے باز پرس نہیں کرینگے کہ آپ نے ماشاء اللہ ممتاز الافاضل ہو کر اسقدر جلدی
حضرت عمرؓ کو بری الذمہ تسلیم کر لیا اور اپنی غلطی کا اقرار کر کے صدیوں کے جمے جمائے اعتراض کو
بودا اور کمزور فرما دیا بلکہ دوسرے لفظوں میں شیعوں کو احمدیوں کی تحقیق کے آگے ہمیشہ کیلئے
سرنگوں کرا دیا۔ جب ایسی جگہ دھری اعتراض جو زبان زد خاص و عام ہو چکے آخر بے بنیاد ہونے
لگ گئے تو پھر چھوٹے چھوٹے مطاعن کہاں قائم رہ سکیں گے۔ اب غور سے اپنے چیدہ شیعہ
متکلمین کے ملفوظات کو ملاحظہ فرماتے جائیے اور چونکہ اس ندامت کی بہرہ اندوزی میں آپ ہی کو
تنہا نہیں رہنے دیا اسواسطے امید ہے کہ مزید آپ میرے مشکور رہوں گے۔

اوّل۔ دیکھئے آپکے علامہ جہلہ ملا باقر مجلسی حدیث قرطاس کے ذکر میں ارشاد فرماتے ہیں: "عمر گفت
برگردید کہ این مرد ہذیان میگوید و بیماری بر و غالب شدہ است۔ مؤلف گوید کہ این حدیث دوات و قلم در
صحیح بخاری و مسلم و سائر کتب معتبرہ اہلسنت مذکور است بطرق متعددہ ۔۔۔ ہمیں عمر گفت
کہ رسول خدا ہذیان میگوید و بروایت دیگر گفت کہ درد بر و غالب شدہ است و نزد شما قرآن ہست بس
است مارا کتاب خدا" اور عمرؓ کے اس ارتکاب پر ملا صاحب نے جو فتویٰ دیا ہے وہ بھی قابل دید ہے فرماتے
ہیں "اے عزیز اما بعد ازیں حدیث کہ ہمہ علماء روایت کردہ اند ہیچ عاقل را مجال آن ہست کہ شک کند
در کفر عمر و کفر کسے کہ عمر را مسلمان داند" الخ دیکھو حیات القلوب جلد ۲ ص ۶۲۴ ب ۴۳ لیجئے جناب
سید صاحب۔ بخاری کے علاوہ یہ روایت بقول علامہ مجلسی مسلم میں بھی ہے بلکہ تمام معتبر
کتب اہلسنت میں بھی۔ !!!

دوم۔ مشہد مقدس کے شیعہ فاضل ملا محمد رستم داری کے مکتوبات میں سے جان ملکم نے اپنی مشہور تاریخ میں ایک
خط و کتابت کا ذکر کیا ہے جو سنی علماء ازبک نے شیعہ علماء مشہد کے نام بھیجی تھی۔ مضمون یہ لکھا تھا

کہ چونکہ شیعہ لوگ صحابہ رسول صلعم کی تکفیر کرتے ہیں اس واسطے یہ کافر ہیں اور شیعوں کی طرف سے ملا محمد مذکور نے جواب میں لکھا تھا کہ اصحاب ثلاثہ (نعوذ باللہ) واقعی کافر ہیں اور شیعہ اُن کی تکفیر میں حق بجانب ہیں۔ اسی ضمن میں جان ملکم ملا کے مکتوبات میں سے منجملہ وجوہ کفر کے اسی حدیث قرطاس کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہے۔ "از انجملہ از کتاب مواقف و صحیح بخاری نقل میکنند کہ پیغمبر در مرض الموت بکسانیکہ در خدمت او بودند فرمود قلمدان و کاغذ بیارید تا دستور العمل بنویسم کہ بعد از من مابین شما خلاف واقع نشود عمر مانع شد و گفت این مرد ہذیان میگوید کتاب اللہ مارا کفایت است دیگران برادر انکار کرد۔ الخ" تاریخ ایران جان ملکم صفحہ ۱۳۱ عنوان اول ذکر کا تعد علمائے۔ اور سنیئے بقول ملائے استمراری بخاری کے علاوہ مواقف میں بھی ہے۔

سوم۔ سید عنایت علی شاہ وزیر آبادی فرماتے ہیں۔ "امر صحیح ترمذی میں قول عمر یوں لکھا ان الرجل لیهجر یعنی تحقیق یہ آدمی یعنی رسول (نعوذ باللہ نقل کفر کفر نباشد) بکواس کرتا ہے۔" دیکھو شمشیر ولایت حصہ ۲ باب ۷ صفحہ ۸ سطر ۱۳ لغایت ۱۵۔ اور سنیئے جناب والا بقول سید وزیر آبادی ترمذی میں بھی یہ قول عمر موجود ہے۔ پھر آپ نے کیوں اپنے حق میں اقبالی ڈگری دیدی؟ کیا ملا باقر مجلسی اور ملا محمد استمراری اور عنایت علی شاہ وزیر آبادی نے بھی بغیر دیکھے بھالے بخاری و مسلم و مواقف اور ترمذی کے حوالے لکھ ڈالے ہیں جیسے کہ آپ نے بخاری کا حوالہ لکھ دیا تھا؟ یا کہ اپنی آنکھوں سے اصل کتابوں سے مقابلہ کر کے؟ اب کے آپ یہ سارے معروضات کو کمرہ ٹھنڈے دل سے ملاحظہ کر کے سوچ سمجھ کر جواب دیجیئے گا علامہ مجلسی اور ملا محمد استمراری سے چاہے بذریعہ استخارہ کتابوں کے حوالے ٹھیک ٹھیک دریافت کر لیجیے گا۔ اور وزیر آبادی تو اغلباً زندہ ہیں اُن سے بالمشافہ یا خط و کتابت کے ذریعہ ترمذی کا باب اور صفحہ وغیرہ تحقیق کر لیجیئے +

میں نے یہ قول تشیید المطاعن کے اندر بھی نہیں پایا جس کا مؤلف بقول آپ کے اس فن خاص میں ید طولیٰ رکھتا ہے۔ اس اعتراض کو قائم و مدلل کرنے میں اس نے ایڑی چوٹی تک کا زور لگایا ہے لیکن یقین مانیئے کامیاب ہرگز نہیں ہو سکا۔ دیکھو تشیید المطاعن جلد اول متضمن قصہ قرطاس مطبوعہ لودھیانہ مجمع البحرین سنہ ۱۲۸۳ھ از صفحہ ۳۰۶ تا صفحہ ۳۱۳۔ اور اگر آپ کو یقیناً واضح ہو چکا ہے کہ صحاح ستہ میں عموماً اور بخاری میں خصوصاً جو قول حضرت عمرؓ کی طرف شیعوں نے واقعہ قرطاس میں صدہا سالوں سے منسوب کر رکھا ہے وہ محض افترا اور بہتان ہے تو فرمائیے ملا باقر مجلسی و ملا استمراری و وزیر آبادی اور مؤلف تشیید المطاعن وغیرہ بھی مفتری ہیں یا نہیں؟ اور کسی پر جھوٹ موٹ افترا باندھنے کا ثواب یا عذاب بھی شیعہ مذہب میں مسلم ہے یا نہیں؟

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ (خادم حسین بھیروی)

روگ کا گھر کھانسی اور مہاراجہ صاحب کا شکریہ

جناب مہاراجہ صاحب شیوڈ شیری چیف۔ بولانگر ضلع سمبل پور سے تحریر فرماتے ہیں۔ آپ کی روانہ کردہ کھانسی کی دوا کے لیے میں مشکور ہوں اس دوا سے میری کھانسی بالکل اچھی ہوگئی ہے مجھے سات خوراک سے زائد پینے کی نوبت ہی نہیں آئی کھانسی مجھے بہت دنوں سے تکلیف دے رہی تھی اسوجہ سے دوبارہ شکریہ ادا کرتا ہوں بلغم کے رفع کرنے اور کھانسی کے دور کرنے کے لیے یہ ایک ہی دوا ثابت ہوئی۔ قیمت فی شیشی کلاں عہ شیشی خورد ۸ر محصولڈاک شیشی کلاں ۱۰ر محصول ڈاک شیشی خورد ۵ر ٭

سیپنی لائن۔ خونی بواسیر اور خون بند کرنے کی دوا۔

یہ خوشبودار بے ذائقہ دوا چند بوٹیوں سے بنی ہے اور خون بند کرنے میں بے مثل ہے ناک سے خون جلتا ہو تو تھوڑا سا یہ عرق سونگھ لینے سے اسیوقت بند ہو جاتا ہے مسوڑھوں سے اگر خون جاری ہو تو مساوی مقدار سے گرم پانی میں عرق ملا کر روز کلی کرنے سے سب مسوڑھے سخت ہو جاتے ہیں اور خون بند ہو جاتا ہے عورتوں کے پرودر کے بیماری میں یا حمل کی حالت میں خون جلتا ہو تو اگر دوا کے استعمال کرنے سے فوراً ہی آرام ہو جاتا ہے ٭

(خونی بواسیر) اس دوا کے کھانے اور پچکاری لینے سے رگیں مضبوط ہو جاتی ہیں اور مرض جڑ سے جاتا رہتا ہے قیمت فی شیشی عہ پچکاری کا نرخ ۱۰ر محصولڈاک ۱۰ر اور ۱۲ر)

کلوروڈائن

یہ انگریزوں کی خانگی دوا ہے۔ ریاحی درد۔ مروڑ خواہ کسی وجہ سے ہو اسکی ایک [illegible] خوراک سے جاتی رہتی ہے۔ اول۔ دست اور پیچش کے لیے بھی [illegible] ڈاکٹر ایس کے برمن نے انگلینڈ کے نامی دواخانہ سے بنوایا ہے اور اسلیے دیگر قیمتی کلوروڈائن سے کہیں بہتر اور مفید ہے۔ قیمت فی شیشی ۶ر محصول ڈاک ۵ر ایک درجن شیشی کی قیمت چار روپیہ ۱۲ محصول ڈاک ۱۴ر ٭

ڈاکٹر ایس کے برمن پوسٹ بکس نمبر ۵۵۴